دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

مؤتمر المصنفین کی تازہ، عظیم اور شاہکار پیشکش
ایک نادر تحفہ ——— ایک عظیم خوشخبری
حقائق السنن
جلد اوّل
(شرح جامع السنن للامام الترمذی)
شائع ہو گئی ہے
افادات — محدث یگانہ علامۂ عصر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ بانی دارالعلوم حقانیہ۔
باہتمام ونگرانی — مولانا سمیع الحق مدیر الحق و صدر مؤتمر المصنفین۔
ترتیب ومراجعت — مولانا عبدالقیوم حقانی۔
حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی شریف سے متعلق شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
کے درسی افادات وآمالی کا عظیم الشان علمی سرمایہ اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر
اہل علم، اساتذہ اور طلباء دورۂ حدیث ایک زمانہ سے اس کے انتظار میں تھے۔
چند خصوصیات
حدیثی وفقہی مباحث کا شاہکار
مسلک احناف کے ثبوت نقلی اور عقلی تشریح
معرکۃ الآراء مباحث پر فقیہانہ اور حکیمانہ کلام
چالیس سالہ تدریسی معارف ونکات کا مجموعہ
نقد احادیث کے نادر مباحث کا ذخیرہ
انداز بیان نہایت عام فہم اور سادہ
حدیث سے متعلق سیر حاصل مباحث پر مشتمل مقدمہ
نہایت تحقیقی تعلیقات اور حاشیہ
۲۲ × ۲۹ سائز کے تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل پہلی جلد جامع ترمذی کے الطہارات کے
ایک سو گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔
کاغذ، کتابت وطباعت، جلد بندی ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار۔ قیمت ۱۲۵ روپے
طلباء، اہل علم ومدارس کے لئے خاص رعایت۔
مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

اے۔ بی۔ سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لۂ دعوۃ الحق
قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر : سمیع الحق

فون نمبر		جلد نمبر	۲۱
اِنس	۲	شمارہ	۶
ار العلوم	۴	جمادی الثانی	۱۴۰۶ھ
ق	۴۰	مارچ	۱۹۸۶ء

اس شمارہ میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ	۴۰/- روپے	بیرون ملک	بحری ڈاک	چھ پونڈ
فی پرچہ	چار روپے	بیرون ملک	ہوائی ڈاک	دس پونڈ

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفاذِ اسلام کا عمل

جو — چند اہم اور بنیادی نوعیت کی تجاویز —

شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکا

سینٹ کے حالیہ اجلاس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر بحث کے دوران مولانا سمیع الحق صاحب نے مختصراً جن خیالات کا اظہار کیا اسے سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹنگ کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ " ادارہ "

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب چیئرمین ۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر سینٹ کے فاضل ارکان نہایت مفصل اور مبسوط طریقے سے اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں ۔ اور ہر پہلو سے اس رپورٹ کی تنقیح کی گئی ہے [illegible] تحلیل و تجزیہ آپ کے سامنے آچکا ہے ۔ اس میں میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا ۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں ابتدا سے یہاں بعض ایسے طریقے اختیار کئے گئے کہ جسکی وجہ سے یہ عمل شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکا ۔ سب سے پہلی چیز یہ کہ جب بھی اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں بات کی گئی تو یہاں کہا جاتا کہ تدریجی عمل اختیار کیا جائے کیونکہ راتوں رات کوئی انقلاب نہیں لایا جا سکتا تو میں سمجھتا ہوں کہ تدریج کا حیلہ بنا کر اس معاملہ کو بالکل معطل کر دیا جاتا ہے ۔ اسلام نے جو احکامات نافذ کئے بلاشبہ وہ تدریجی نافذ کئے لیکن وہ ایک غیر مسلم معاشرہ تھا جس میں تدریجی انداز اختیار کیا گیا ۔ دنیا بھر میں جاہلیت کا دور دورہ تھا اور ایک کافر معاشرہ میں انقلاب یکدم راتوں رات نہیں لایا جا سکتا تھا ۔ اس لئے قرآن کریم تدریجی نازل ہوا ۔ اور ۲۳ سال میں اسکی تکمیل ہوئی ۔ لیکن جب دین مکمل ہو [illegible] الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۔ تو اس کے بعد یہ ممکن ہی نہ رہا کہ مسلم معاشرے میں قطعی اور منصوص محرمات کے سلسلے میں کسی تدریج کا انداز اختیار کیا جائے ۔ مگر ہمارے ہاں تو ایک مسلم معاشرہ ہے یہ ایک اسلامی مملکت ہے ۔ اور اسلام کے نام پر بنایا گیا ہے ۔ اس میں تدریج کا سہارا محض ایک تاویل اور باطل تاویل ہے ۔ چلئے فرض کیجئے اگر تدریجی راستہ اختیار کیا جاتا اور ہم گذرے ہوئے اڑتیس ۳۸ سال میں کچھ تدریجی اقدامات کرتے بھی تو آج کہاں سے کہاں پہنچ چکے ہوتے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں راتوں رات انقلاب نہیں لایا جا سکتا میں کہتا ہوں کہ یہ رات تو اڑتیس سال پر مشتمل طویل ترین رات بن گئی ہے ۔ اگر کوئی رات اڑتیس سال لمبی ہو تو کیا اس میں

کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔؟

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی نظام کے سلسلہ میں یہاں تضادات کا راستہ اختیار کیا گیا ہے کہ جو اچھے اقدامات کئے بھی جاتے رہے ہیں ان کے ساتھ ہی ساتھ گویا توازن برقرار رکھنے کیلئے یہ کیا گیا کہ ملک کا ہر طبقہ مطمئن اور خوش رہے۔ ان اقدامات کے منفی اور متضاد جو احکام ہیں وہ بھی باقاعدہ ساتھ ساتھ چلائے جاتے ہیں کہ کوئی طبقہ خفا نہ رہے۔ گویا وہ صورتحال ہے ۔

معشوق ما بہ شیوۂ ہر کس برابر است

با ما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

یہ سارا عرصہ وہ صورت حال ہمارے سامنے لائی گئی اور جان بوجھ کر لائی گئی۔ سیرت کی بڑی بڑی کانفرنسیں ہر سال ہوتی ہیں۔ اس سال بھی اسلام آباد میں سیرت کی ایک عظیم الشان عالمی کانفرنس ہوئی۔ ان تضادات کی ایک مثال یہ ہے کہ زیرو پوائنٹ پر جب ہم پہنچتے تھے تو دیکھتے تھے کہ وہاں سرخ رنگ کا بہت بڑا بینر لگا ہوا ہے جس پر عظیم الشان سیرۃ کانفرنس لکھا ہوا ہے۔ وہ سرخ بینر تو نیچے تھا اور عین اس کے اوپر ایک سیاہ بینر اس سے بھی بڑا لگا ہوا تھا کہ اسلام آباد میں ایک عظیم الشان میلہ رقص و سرور۔ انہیں دنوں یہاں ثقافتی میلہ بھی تھا۔ ۲۶ - ۲۷ تاریخ کو اگر سیرۃ کانفرنس تھی تو ۲۸ - ۲۹ کو میلہ تھا تو کم ازکم اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی گئی کہ وہ بینر دو دن بعد لگا دیا جاتا۔ یہ تضاد کی پالیسی ہم نے ہر معاملے میں اختیار کی اور جان بوجھ کر اختیار کی۔ علماء اور مبلغین کے وفود آتے رہے تو دوسری طرف ثقافتی طائفوں کی یلغار بھی جاری رہی۔

۳۔ تیسری بات خطرناک قسم کی یہ اختیار کی گئی کہ ہم نے دین کے مسلمات اور قطعی احکامات کو بھی متنازعہ بنا دیا۔ جو چیزیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرمائی تھیں اور جن باتوں پر امت کا اجماع ہو چکا تھا۔ اسلام اسلام کی رٹ لگا کر ہم اسلام کی خدمت تو نہ کرسکے لیکن لوگوں کے، عام خالی الذہن لوگوں کی تیز نگاہ میں ہم نے ان باتوں کو متنازعہ بنا کر پیش کیا کہ گویا ان میں تو بڑے اختلافات ہیں اس میں تو فلاں فرقہ یہ کہتا ہے اور اس میں تو فلاں مسئلہ ایسا ہے پھر اس کے لئے ہم نے جان بوجھ کر کمیٹیاں در کمیٹیاں بنائیں اور ہمارا معمول ہے کہ جس کام کو ہم پس پشت ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس کام کیلئے ہم کمیٹیاں تو بناتے ہی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ان کمیٹیوں کا سلسلہ اسلام کے ساتھ بہت بیدردی اور تیزی سے چلا۔ ہم نے اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی ایک کمیٹی ہی کی شکل دیدی ہے ۔ کاش! یہ ایک کمیٹی نہ ہوتی اور اسکی سفارشات کو ماننے کیلئے ہم مجبور ہوتے اور ہم اسے آئینی و قانونی تقاضا سمجھتے کہ اس کو ہم نے ہر حالت میں پورا کرنا ہے۔ تاکہ جس پر انسانی دماغ اور حکومت کا کروڑوں روپے کا سرمایہ لگا ہے۔ وہ محنت تو ٹھکانے لگ جاتی۔ لیکن ہم نے تو اسکو بھی ایک کمیٹی یا کمیشن بنا دیا ہے جو صرف سفارشات پیش کرسکتی ہے۔ اور ان سفارشات کو بھی ہم نے سالہا سال دبائے رکھا ہے۔ کونسل کی تشکیل سے ہی یہ خیال رکھا گیا کہ سفارشات مشتہر نہ ہوں، شائع نہ ہوں اور عوام کے سامنے نہ آئیں کہ کہیں عوامی فضا اس کے حق میں تیار نہ ہو جائے۔ یہاں ایک لطیفہ بے جا نہ ہوگا جو ایک دوست نے مجھے سنایا تھا کہ

جہانگیر بادشاہ کی ملکہ شکار کے شوق میں تیر چلا رہی تھی کہ اتفاقاً ایک تیر کسی دھوبن کو جا لگا اور وہ مرگئی ۔ اب بادشاہ جہانگ[یر]
بہت پریشان ہوا اس کا عدلِ جہانگیری تو مشہور تھا اور اس نے انصاف کے تقاضے پورے کرنے تھے ۔ اب و[ہ]
بہت پریشان ہوا کہ ملکہ قصاص میں قتل کر دی جائے گی ۔ وزیرِ اعظم نے اپنے بادشاہ کو جب اتنا پریشان دیکھا تو اس
نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی ۔ بادشاہ نے اسے بتلایا کہ اس طرح یہ حادثہ پیش آیا ہے ۔ اس نے کہا اس کا علاج آسان ہے
نہ آپ کا عدلِ جہانگیری متاثر ہوگا اور نہ آپ کی ملکہ قصاص میں قتل کی جائے گی ۔ اس نے کہا ، کیسے ؟ کہا ایک کمیٹی بنا دی جائے
اور یہ کمیٹی غور کرے کہ یہ تیر کس طرف سے آیا تھا اور کس شکل میں تھا اور وہ دھوبن بیچاری کس حالت میں تھی ۔ اور ملکہ کس انداز
میں تھی ۔ کھڑی تھی یا بیٹھی تھی ۔ کمیٹی یہ سارے نکتے اور پیچیدگیاں ڈھونڈتی رہے گی ۔ اس نے کہا کہ جب کمیٹی فیصلہ کرے
تو پھر کیا ہوگا ؟ اگر کمیٹی نے فیصلہ دیدیا کہ قصاص لیا جائے ، تو پھر کیا ہوگا ؟ اس نے کہا کہ ایک اور کمیٹی بنا دی جائے گی
وہ اس کمیٹی کی رپورٹ کا جائزہ لے ۔ پھر دوسری کمیٹی بنا لیں گے اور پھر اس کمیٹی کے اوپر ایک اور بہت بڑا کمیشن بٹھا دیں گے
کہ وہ اس کا جائزہ لے ۔ اسی طرح کمیٹیوں کا چکر چلتا رہے گا اور دھوبی بیچارہ طبعی موت مر جائیگا اور بادشاہ کی ملکہ بھی م[ر]
جائے گی اور قصاص کا مطالبہ بھی ختم ہو جائیگا تو گویا ہم نے یہی معاملہ کمیٹیوں کی شکل میں اسلام بے چارے کے ساتھ اختیار
کیا ہے ۔ ایک نہ ختم ہونے والا چکر ہمارے سامنے ہے ، قصاص ، دیت ، شہادت ، کیا کیا چیزیں ہمارے سامنے آئیں
جب بھی کسی کمیٹی نے کچھ بہتر رپورٹ دی تو دوبارہ ایک کمیٹی بنا دی گئی اور اس کمیٹی میں ایسے افراد کو چن چن کر شامل کیا گیا
اور کمیٹی کی باگ ڈور ایسے افراد کے ہاتھ میں دیدی جن کے متعلق یقین تھا کہ وہ اسلام کیطرف ہمیں ایک قدم بھی بڑھنے
نہیں دیں گے ۔ یہ سلسلہ چلتا رہا ۔

بہرحال میں زیادہ وقت نہیں لوں گا ۔ حکومت نے کمیٹیوں ، کمیشنوں ، کنونشنوں کے ذریعہ ایک سلسلہ چلایا کہ وہ
ہمیں بہتر سے بہتر سفارشات اسلامائزیشن کی تکمیل کیلئے پیش کریں ۔ میں یہاں سینٹ کے ریکارڈ پر بھی وہ تجاویز لانا
چاہتا ہوں جو ان کنونشنوں میں نہایت غور و فکر کے بعد اسلامائزیشن کے بارے میں طے کی گئی تھیں کہ ہم کس طرح منزلِ مقصود
تک پہنچ سکتے ہیں ۔ آخر میں ابھی ۳۰ ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۸۵ کو ایک بہت بڑا نفاذِ اسلام کنونشن ہوا تھا اس میں چاروں صوبوں سے
جید علماء مایہ ناز محققین اور دانشور اور نہایت تجربہ کار جج حضرات نے شرکت کی تھی ۔ ان لوگوں نے مل کر دو دن میں
نفاذِ اسلام کے سلسلے میں کچھ تجاویز تیار کیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تجاویز سینٹ کے ریکارڈ پر آجائیں ۔ میں نے ان کا خلاصہ
اور نچوڑ نکالا ہے اور اسے میں نے چودہ ۱۴ نکات میں سمیٹا ہے ۔ یہ تجاویز ایک شخص کی نہیں ہیں بلکہ یہ ان لوگوں کی ہیں جن
میں علماء ، دانشور اور جج شامل ہیں ۔ اگر ہم اسلامائزیشن کے سلسلے میں کچھ اقدام کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان تجاویز کو سامنے
رکھنا چاہیئے ۔ یہ تجاویز چونکہ اجتماعی فکر اور سوچ کا نچوڑ ہیں ہو سکتا ہے کہ بعض نکات سے ہمیں اختلاف ہو ۔

۱ ۔ نمبر ایک یہ ہے کہ ملک کے ہر شعبے میں شریعت کی بالادستی قائم کی جائے اور کسی بھی قانون کو اسلامی قانون پر

بالادستی حاصل نہ ہو۔ رائج شدہ مختلف قوانین کو ختم کر کے صرف شریعت کا قانون باقی رکھا جائے اور کسی حتمی تاریخ سے اسلامی قانون کا نفاذ عمل میں لایا جائے، مروجہ قوانین سے اس حد تک بدل جائے جس حد تک وہ قرآن و سنّت سے متصادم نہ ہوں اور عدالتوں کو پابند کیا جائے کہ وہ آئندہ شریعت کے مطابق فیصلہ کریں۔

۲۔ مجوزہ قاضی کورٹس کو بھی ماسوائے شریعت کے کسی اور قانون کا پابند نہ کیا جائے اور اس میں صرف ایسے قاضی مقرر ہوں جو اسلامی احکام سے پوری طرح باخبر ہوں۔ اگر ان عدالتوں میں اسلام سے بے خبر یا غیر اسلامی کردار کے حامل افراد کی تقرری کی گئی تو ان عدالتوں کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

۳۔ نفاذِ اسلام کا عمل تیز تر کرنے کیلئے نہایت ضروری ہے کہ کوئی ایسا نگران تنقیدی ادارہ براہِ راست صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم کی نگرانی میں قائم ہونا چاہیئے جو زندگی کے مختلف شعبوں میں نفاذِ اسلام کی پیش رفت پر کڑی نظر رکھے اور جہاں کوئی کمی یا کوتاہی نظر آئے تو اسکو دور کرنے کیلئے متعلقہ اداروں کو متنبہ کرے، رکاوٹیں ہوں تو انہیں دور کرے یہ ادارہ با اختیار ہو اور وہ طے شدہ امور کے بارہ میں متعلقہ حلقوں سے بازپرس بھی کر سکے۔

۴۔ قوانین کی تدوین بہ حالت موجودہ وزارت عدل و پارلیمانی امور کے سپرد ہے اور جو بھی اسلامی قانون نافذ کیا جائے۔ وہ تکمیل کیلئے اسی وزارت میں جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وزارت عدل میں اسلامی قوانین کی تدوین کیلئے ایسے افراد کو بھی رکھا جائے جو اسلامی قوانین سے کما حقہٗ باخبر ہوں۔

۵۔ تمام ملکی قوانین جو اسلام کے بنیادی تصوّرات سے متعلق ہیں ان کو اردو میں از سرِ نو مدون کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر اسلامی قوانین کی روح منعکس نہیں ہو سکتی مثلاً پچھلے دنوں قانون شہادت نافذ ہوا ہے جو چند دفعات کے ماسوا بقیہ قانون ہی کی ترتیبِ نو ہے جس سے اسلامی قانونِ شہادت کے فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔

۶۔ عدلیہ اور حصول انصاف کی فراہمی | اس سلسلہ میں حصول انصاف کو سہل بنانے کیلئے ضروری ہے کہ موجودہ ضابطہ عدالت خواہ وہ دیوانی ہو یا فوجداری خالصتہً اسلامی تعلیمات کے مطابق بنایا جائے نیز مجرموں کو سزا دینے کیلئے قرآن حکیم کے احکام کے مطابق علی الاعلان سزا دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے اور تمام جسمانی سزائیں جیل کی چار دیواری کی بجائے برسرِ عام دی جائیں۔

۷۔ مروجہ مشاورتی سسٹم کو ختم کر کے قاضی کے فرائض و اختیار میں یہ بات شامل کی جائے کہ وہ صرف فریقین کا تنازعہ نمٹانے کا نہیں بلکہ کما حقہٗ تحقیق اور انصاف پہنچانے کا پابند ہے۔

۸۔ عدالتوں میں مقدمات کی کثرت سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ججوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے ججوں کی تنخواہوں اور مراعات میں بھی اضافہ کیا جائے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ججوں کا معاوضہ ان کے نمٹائے ہوئے مقدمات کی تعداد کے حساب سے ادا کیا جائے۔

۹۔ معاشیات | سود کے خاتمے کے سلسلے میں جن اقدامات کا ذکر ہو رہا ہے اسکے بغیر غیر سودی نظام کے جو

دوسرے خدوخال اب تک سامنے آئے ہیں ان کے کچھ پہلو نہایت تشویشناک ہیں اور بعض پہلو تو صریحاً شریعت سے متصادم ہیں۔ یہ صورتِ حال اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ متبادل نظام وضع کرتے وقت علمائے کرام کی آراء سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ بلاسودی متبادل نظام کے بارہ میں عام مسلمانوں کو اس وقت اعتماد ہو سکتا ہے جب یہ سارا عمل ملک کے مستند اور جید اہل علم اور ماہرین معاشیات کی نگرانی اور م رے سے ہو۔ اس سلسلہ میں بعض ممالک میں قائم شدہ اسلامی بینکاری اداروں کے شریعت بورڈ کا خاکہ ہمارے ہاں بھی اپنایا جاسکتا ہے۔ دنیا کے مختلف اسلامی ملکوں میں اسلامی بنک قائم ہوئے ہیں ان میں ہر ایک بنک کے اندر ایک شریعت بورڈ رکھا گیا ہے۔ اس غرض سے وہ جو بھی کوئی نئی سکیم آئے تو شریعت کی روشنی میں اسکا جائزہ لیتا ہے۔ اور شریعت کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کرکے بنک اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

۱۰۔ سود کے خاتمے اور زکوٰۃ وعشر کے نظام کا قیام اسلامی معاشی نظام کو قائم کرنے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر محض ان اقدامات سے اسلام کا پورا معاشی نظام وجود میں نہیں آسکتا بلکہ اسلام کے معاشی نظام کو مکمل اور جامع شکل میں نافذ کرنے اور اس کے بہترین ثمرات دیکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ معاشرہ کو ہر قسم کے معاشی استحصال سے پاک کیا جائے اور ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ کام کرنے والے ہر فرد قابل کو کام کرنے کے مواقع مل سکیں بلاسودی نظام کی کامیابی کیلئے ٹیکسوں کے نظام پر عموماً اور انکم ٹیکس کے نظام پر خصوصاً فوری طور پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۱۱۔ زکوٰۃ وعشر کا نظام مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کرسکا، اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل اور علماء کنونشن کے وہ تمام سفارشات جو ابھی تک قابل تنفیذ ہیں ان سب پر عملدرآمد کرایا جائے۔

۱۲۔ تعلیم | نظامِ اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو نظامِ تعلیم میں اصلاحات ہیں۔ ہمارا موجودہ نظامِ تعلیم اور دوئی کی بنیاد پر قائم ہے ایک طرف مغرب کے علوم وفنون پڑھائے جارہے ہیں جنکی بنیاد یورپ کے لادینی نظریات پر ہے۔ اور دوسری طرف بعض ادارے ہیں جو محدود سطح پر اسلامی علوم وفنون کی ترویج کیلئے کام کر رہے ہیں نظامِ تعلیم کو اسلامی بنانے کیلئے محض ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام، اسلامیات کے محض ایک پرچے کے اضافہ یا ایسے دوسرے جزوی اقدامات کافی نہیں ہوں گے بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارا پورا نظامِ تعلیم اسلامی خطوط پر استوار ہو ملک کی ہر یونیورسٹی اسلامی یونیورسٹی ہو ملک کا ہر لاء کالج کلیۃ الشرعیہ بھی ہو اور ہر کالج اسلامی کالج ہو اگر فوری طور پر ہر یونیورسٹی کے نظام اور طریقِ کار میں بنیادی تبدیلیاں لانا ممکن نہ ہوں تو سردست ملک کے چاروں صوبوں میں ایک ایک اسلامی یونیورسٹی اور ہر بڑے شہر میں کلیۃ الشرعیۃ قائم کیا جائے۔

۱۳۔ فحاشی، عریانی اور بے پردگی کے سدباب کیلئے موثر اقدامات کئے جائیں اور تمام ذرائع ابلاغ سے تضاد وتناقض کا خاتمہ کیا جائے۔

۱۴۔ مقابلے کے امتحانات میں اسلامی علوم وفنون کو مناسب موثر حصہ دیا جائے اور اعلیٰ ملازمتوں کیلئے امیدواروں کا انتخاب کرتے وقت یا انکی ترقی کا فیصلہ کرتے وقت انکے کیرکٹر خداترسی اور دینداری کو بنیادی اہمیت دی جائے اسیطرح سرکاری افسران کے ذہنوں کو تبدیل کرنے اور اسلامی خطوط پر ان کی تربیت کیلئے خصوصی ریفریشر کورس کا انتظام کیا جائے۔

ترجمہ و تلخیص

ڈاکٹر کبیر احمد جائسی

روس میں اسلامی علوم کا مطالعہ

انقلاب کے بعد

مشہور روسی مصنف سمرنوف نے اپنی کتاب "روس میں مطالعات علوم اسلامیہ کی تاریخ کا مجمل خاکہ" کے چوتھے باب میں ۱۹۱۸ سے ۱۹۳۴ء تک کی ان کتابوں اور مقالوں کا تعارف کرایا ہے جن کا موضوع اسلامیات ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے وی۔ وی بارتھولڈ اور آئی۔ یو۔ کراچکوسکی کے کاموں کے بارے میں کسی قدر تفصیل سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ بارتھولڈ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۳۰ء) کی تصانیف اور مقالے روس میں اسلام شناسی کے عمل میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ روس کے انقلاب کے بعد بارہ برسوں تک زندہ رہے۔ اس مدت میں بھی انہوں نے اسلام شناسی کے موضوعات پر متعدد مقالے تحریر کئے جن میں سے چند اہم مقالات کا اختصار کے ساتھ درج ذیل سطور میں تعارف کرایا جا رہا ہے۔ قبل اس کے کہ بارتھولڈ کے مذکورہ بالا مقالوں کے سلسلے میں کچھ عرض کیا جائے۔ اس حقیقت کی نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ان کو ان کی زندگی میں بھی "پرولتاری عالموں" نے "بورژوا" نقطۂ نظر کا ترجمان سمجھا اور اب بھی وہ اسی نقطۂ نظر کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں، اس کے باوجود یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ روسی مصنفین ہوں یا یورپی مصنفین جب اُن موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں جن پر بارتھولڈ کچھ نہ کچھ کام کر چکے ہیں تو ان کی کتابوں یا مقالوں سے صرف نظر نہیں کر پاتے۔ خواہ وہ ان کے اخذ کردہ نتائج سے اتفاق کریں یا اختلاف لیکن جب تک وہ بارتھولڈ کا حوالہ نہیں دیتے اُن کا کوئی علمی کام پایۂ اعتبار کو نہیں پہنچتا۔

ہمیں یہ تو نہ معلوم ہو سکا کہ سمرنوف نے زیر بحث کتاب میں بارتھولڈ کے کتنے ایسے مقالات کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے انقلاب روس کے بعد اسلامی موضوعات پر لکھے ہیں۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے ان کے صرف دو مقالات کا ذکر کیا ہے جس سے اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ ۱۹۲۴ء میں انہوں نے مسیلمہ پر ایک مقالہ شائع کروایا تھا جس میں اشاعت اسلام کے موضوع پر بہت سا مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں بارتھولڈ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ یمنی مدعی نبوت اسود ہی کی طرح مسیلمہ بھی اس بات کا قائل تھا کہ خدا نے اس کا جسم اختیار کر لیا ہے (اس طرح وہ الوہی صفات کا حامل ہو گیا ہے۔) ۶۲۸ء میں خسرو دوئم کے قتل کے بعد تاریک خیال، غیر اہل کتاب افراد کے پشت ہا پشت سے چلے آنے والے عقاید تتر بتر ہونے لگے، اور جو لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

مدِ مقابل بن کر نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تھے یا تو انہوں نے آپ سے صلح کر لی یا آخر الامر آپ نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔

" قرآن اور سمندر" کے عنوان سے بارتھولڈ کا ایک اور مقالہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا تھا۔ اس مقالہ میں بارتھولڈ کا مرکزی خیال یہ ہے کہ قرآن میں سمندری سفروں کا جو تذکرہ ملتا ہے وہ یہودی روایات سے ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا تعلق شط العرب (EUPHRATES) سے ہونا چاہیئے کیونکہ عرب کے یہودی سمندر کے کنارے آباد نہیں تھے۔ اس مقالے میں بارتھولڈ نے یہ نکتہ بھی اختراع کیا ہے کہ قرآن میں سمندری سفر کرتے وقت اللہ کے یاد کرنے کو جو لازمی قرار دیا گیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سمندری سفر کا سارا کاروبار حبشہ کے موحدین کے ہاتھوں میں تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کا جو تصور پیش کیا ہے وہ یہودیوں کے نہیں بلکہ عیسائیوں کے تصورِ الٰہ کا منت پذیر ہے۔

مذکورہ بالا دونوں مقالوں کے بارے میں بس اتنی ہی معلومات ہم کو دستیاب ہو سکی ہیں۔ اس لئے ہم ان کے مندرجات پر کوئی خاص تنقیدی نظر نہیں ڈال سکتے اور نہ اس راز ہی کو سمجھ سکتے ہیں کہ " قرآن اور سمندر" کے موضوع سے بحث کرتے ہوئے بارتھولڈ اسلام کے تصورِ الٰہ تک کس طرح پہنچے اور کن اسباب کی بنا پر انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اسلام کا تصورِ الٰہ عیسائیوں کے تصورِ الٰہ کا منت پذیر ہے۔ ان مقالوں کے عنوانات سے یہ بات ضرور سامنے آتی ہے۔ کہ روسی مستشرقین قرآنی مباحث اور موضوعات کا کس کس زاویۂ نظر سے مطالعہ کرنے میں مصروف تھے اور بعض اوقات ایسے ایسے عنوانات سے مقالے لکھتے تھے جن کے بارے میں ایک عام مسلمان کے حاشیۂ تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ اس موضوع پر بھی کوئی ایسا مقالہ لکھا جا سکتا ہے جس کا تعلق قرآن پاک سے قائم کر دیا جائے۔

کراچکوسکی کے نزدیک علوم اسلامی کے مطالعہ میں بارتھولڈ کا سب سے اہم کارنامہ ان کا یہ اعتراف ہے کہ مذہب ان تمدنی، سیاسی اور معاشی حالات سے پیدا ہوتا ہے جو کسی مخصوص سماج کی زندگی کا تعین کرتے ہیں۔ بارتھولڈ کی یہ رائے یورپ وا مصنفین کے اس مفروضہ کے برعکس ہے کہ مذہب "عدم زا" (EX NIHILO) ہوتا ہے جس کو پھر حقیقی زندگی کے حالات کے سانچے میں ڈھال لیا جاتا ہے۔ یہ بات کراچکوسکی نے اپنے مقالے " بارتھولڈ اور مطالعات علوم اسلامیہ کی تاریخ" میں لکھی ہے جس کو ۱۹۳۴ء میں سائنسوں کی اکیڈمی نے شائع کیا تھا۔ سمرنوف کے خیال میں کراچکوسکی کا یہ مقالہ مارکسی نقطۂ نظر سے نہیں لکھا گیا ہے مگر پھر بھی وہ اہمیت کا حامل ضرور ہے۔ اسی لئے اس کو روسی انسائیکلو پیڈیا کی دوسری اشاعت میں بارتھولڈ کے حالات کے ضمن میں ایک مفید ضمیمے کے طور پر شامل کر لیا گیا ہے۔

سائنسوں کی اکیڈمی نے کراچکوسکی کا وہ مقالہ بھی شائع کیا ہے جو انہوں نے " ظہورِ اسلام سے قبل کی

ب شاعری کے بارے میں طٰہٰ حسین کا نظریہ اور اسکی تنقید" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس مقالے[۲] کراچکوسکی نے اس
ال کا اظہار کیا ہے کہ طٰہٰ حسین کا ظہورِ اسلام سے قبل کی عربی شاعری کے مستند ہونے سے انکار اور قرآن کے
سلے میں "بنیاد پرستی" کی مخالفت، "ناپائدار بورژوا علمیت" کے اثر کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے اس بات کی طرف
ی خاص طور سے توجہ کی ہے کہ طٰہٰ حسین کے متبعین بالخصوص فجر الاسلام کے مصنف احمد امین اپنے نظریات کے
ہار میں طٰہٰ حسین کے مقابلے میں کم کٹر ہیں گو کہ ان لوگوں کا نظریہ بھی بلا کم و کاست وہی ہے جو طٰہٰ حسین کا ہے اور علمیت
ے قطع نظر دیگر میدانوں میں وہ لوگ ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں کراچکوسکی نے ایک اور مقالہ "اٹھارویں
ی کے مخطوطات میں قرآن کا روسی ترجمہ" کے عنوان سے لکھا جس کے مندرجات پر تبصرہ نگار نے کوئی روشنی نہیں
الی ہے۔

عہدِ زیرِ بحث میں روسی مصنفین نے اسلامی فرقوں کو بھی اپنے مخصوص مطالعے کا موضوع بنایا۔ جن لوگوں نے
موضوع پر کام کیا اُن میں ایک معتبر اور اہم نام کثیر التصانیف دی۔ اے گولڈلی وسکی (GOLDLEVSKII) کا ہے
ہوں نے خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری کو اپنے مخصوص مطالعے کا موضوع بنایا اور اس سلسلے میں ۱۹۲۹ء میں
ے ایک سال تک بخارا میں رہ کر انہوں نے اپنے مقالے کا مواد جمع کیا اور بچشم خود اس بات کا مشاہدہ کیا کہ بخارا
خواجہ بہاؤالدین کو الٰہی صفات کا حامل سمجھ کر ان کے نام کی دہائی دی جاتی ہے۔ اسی سلسلے میں ان کو اُس ذکر خانہ میں ایک
قہ ذکر کے بھی مشاہدے کا موقع ملا جہاں خواجہ بہاؤالدین نقش بندی مدفون ہیں۔ وہاں پر نقشبندی سلسلہ کے لوگوں
ے جو "سنگ مراد" لگا رکھا ہے اسکو دیکھ کر گورڈلی وسکی نے یہ قیاس کیا ہے کہ غالباً نقشبندی سلسلہ کے لوگوں کی
اہش یہ تھی کہ اس پتھر کے توسط سے وہ ایک "وسط ایشیائی کعبہ" بنائیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ بخارا کے امیروں
احترام اس لئے کیا جاتا کہ وہ لوگ اس مسلک کے حامی و محافظ سمجھے جاتے اور بخارا کے یہ امراء بھی خواجہ نقشبندی کے
ار کی زیارت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے۔ اس سلسلے میں گورڈلی وسکی نے تیمور لنگ کا نام خاص طور سے
ہے۔ اور لکھا ہے کہ تیمور ان کی بے انتہا تعظیم و تکریم کرتا۔ گورڈلی وسکی کے اس مطالعہ کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے
ایک طرف تو وہ نقشبندیہ سلسلہ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ "وسط ایشیائی کعبہ" بنانا چاہتے تھے دوسری طرف وہ
ی بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس سلسلہ سے منسلک افراد سنت کے بڑے سرگرم اور پُرجوش مبلغ و مناد تھے۔
ربی سائبیریا اور وولگا کے علاقوں میں اسلام انہی کی کوششوں کے نتیجے میں پھیلا۔ سائبیریا اور وولگا کے مقابلے میں
قاز میں ان کی ایک کثیر تعداد آباد تھی جہاں یہ "مرید" کے نام سے موسوم تھے۔ گورڈلی وسکی نے اس خیال کا بھی اظہار
ہے کہ "مریدیت" کا اصل منبع بخارا تھا اور مشہور "مرید رہنما" شامل کا اس مسلک کے لوگوں سے "خاص محمد"
ے توسط سے بڑا گہرا ربط[۱] تھا۔

---

[۱] مریدیت، شامل اور خاص محمد کے بارے میں راقم مواد جمع کر رہا ہے اگر اس سلسلہ میں معتد بہ مواد مل گیا تو وہ بھی ہدیۂ ناظرین ہوگا۔
ک۔ ا۔ ج

گورڈلی وسکی کے اس مطالعہ سے اختلاف کرتے ہوئے سمرنوف نے یہ لکھا ہے کہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ "مریدیت" کی تحریک اپنے سیاسی رجحانات ترکی اور ترکی کے ایجنٹوں سے حاصل کرتی تھی نقشبندیت تو اس کے لئے صرف ایک پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ سمرنوف نے اس بات کی بھی نشاندہی کی ہے کہ خود گورڈلی وسکی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ترکی میں (سلطان) محمد دوئم کے زمانے سے لیکر انیسویں صدی تک نقشبندی مسلک کے افراد طاقتور اور بڑی اہمیت کے حامل رہے ہیں حتیٰ کہ ۱۹۲۵ء اور ۱۹۳۰ء کی بغاوتوں میں بھی ان کا ہاتھ رہا ہے۔ گورڈلی وسکی نے اپنے مقالے کے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسلمانوں میں جب کسی "آزاد خیال" اور "بے تعصب" تحریک نے سر اٹھانے کی کوشش کی تو نقشبندیت جیسی متصوفانہ تحریکیں ہمیشہ اسکی سدّ راہ بن کر کھڑی ہوگئیں، سمرنوف کے نزدیک نقشبندیت کے لئے صرف اتنا کہنا ناکافی ہے کیونکہ ان کے نزدیک نقشبندی مسلک کے افراد ہمیشہ حکمران طبقہ کے زیر اثر قابل نفرت رجعت پسندی کا آلہ رہے ہیں۔

سمرنوف نے ایک دوسرے کثیر التصنیف مصنف ای۔ برٹلس (E. BERTELS) کا تعارف ایک ایسے مصنف کی حیثیت سے کرایا ہے جنہوں نے صوفی بزرگوں اور شاعروں پر عالمانہ انداز سے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ اپنی زیر بحث کتاب میں سمرنوف نے برٹلس کی مرتب کردہ کتاب "نور العلوم" کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ جو شیخ ابو الحسن خرقانی کے اشعار کا مجموعہ ہے جس کو برٹلس نے متعدد نسخوں کی مدد سے صرف مرتب ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھ کر شیخ کے سوانح کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔ علاوہ بریں انہوں نے شیخ کے اشعار کا روسی زبان میں ترجمہ کر دیا ہے۔ تاکہ فارسی سے ناواقف روسی حضرات شیخ کے افکار، خیالات اور نظریات سے واقف ہوسکیں۔ برٹلس نے اپنی تحقیق کا ماحصل یہ پیش کیا ہے کہ "نور العلوم" کا وہ نسخہ جو ۱۲۹۹ کا مکتوبہ ہے شیخ کی اصل کتاب نہیں بلکہ اس کا اختصار ہے۔ اس کے علاوہ نکلسن اور براؤن نے تصوف کو جن دو ادوار میں تقسیم کیا ہے برٹلس نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس کو ناقابل اعتنا قرار دیا ہے۔

عہد زیر بحث کے مصنفین نے اسماعیلیت پر بھی خاصا کام کیا جن میں سب سے اہم کام تاجیکی سائینسوں کی اکیڈمی کے ایک ممبر اے۔ اے سیمینوف (A. A. SEMENOV) کا ہے۔ اسماعیلی افکار و خیالات کے حامل افراد وسط ایشیا، سنکیانگ، ہندوستان اور افغانستان میں بکھرے ہوتے ہیں ان کی کتابیں بھی موجود ہیں اور ان پر کتابیں لکھی بھی گئی ہیں تاہم سمرنوف کے نزدیک یہ ایک انتہائی پیچیدہ موضوع ہے جس سے سیمینوف بڑی بالغ نظری سے عہدہ برآ ہوتے ہیں، سمرنوف نے سیمینوف کی کتاب کو "روسی علمیت" کا ایک اعلیٰ نمونہ قرار دیا ہے اور اس بات کا خاص طور سے ذکر ہے کہ سیمینوف کے نزدیک اس فرقے کے سربراہ اعلیٰ، آغاخان برطانوی استعمار کے ایجنٹ ہیں۔

ایک مصنفہ کے۔ ایس۔ کشتالیوا (K. S. KASHTALEVA) (م ۱۹۳۹) کا شمار دبستان کراچکوسکی کے

...ین میں ہوتا ہے۔ سمرنوف نے ان کے اندازِ تحریر کو ایک مصطلحاتی (TERMINOLOGICAL) اندازِ تحریر قرار دیا اور ان کے چار مقالات کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ کشتالیوا نے ۱۹۲۷ء میں ایک مقالہ "قرآن کی پہلی، چوبیسویں اور ...سویں سورتوں کی توقیت کا مسئلہ" کے عنوان سے دوسرا ۱۹۲۸ء میں "قرآنی مصطلحات ایک نئی روشنی میں" اور تیسرا ...ال "قرآن میں حنیف کی اصطلاح" کے عنوانات سے سپردِ قلم کیا۔ علاوہ بریں اس مصنفہ کے ایک اور مقالہ کا ذکر کیا گیا ...گر اس کا سنِ اشاعت درج نہیں ہے۔ جس کا عنوان "پشکن کا نقلِ قرآن" ہے۔

سمرنوف نے کشتالیوا کے موخرالذکر مقالہ کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے بعض مندرجات سے اختلاف کیا ہے۔ ...تالیوا نے اپنے مقالہ میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پشکن (نعوذ باللہ) قرآن کے مصنف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت ...بہت متاثر تھا اسی لئے وہ قرآن کیطرف راغب ہوا اور اس نے "قرآن کی نقل" نامی کتاب لکھی۔ سمرنوف نے مصنفہ ...اس خیال سے اختلاف کیا ہے۔ کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف ہے، سمرنوف کے نزدیک یہ صرف مسلمانوں ...روایت ہے[1]۔ اور یہ روایت ان معلومات سے میل نہیں کھاتیں جو اسلام کی ابتدا کے بارے میں روسی عالموں کی دسترس ...ہے۔ سمرنوف کے نزدیک قرآن "اجتماعی تخلیقی سرگرمیوں" (COLLECTIVE CREATIVE ACTIVITY) کا نتیجہ ہے ...محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف۔

۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۴ء تک کے عرصے میں عصرِ حاضر کے اسلام کے جو بھی مطالعے ہوئے ان کا مقصد صرف ...انا تھا کہ اس معاشرہ میں جس میں اکتوبر کے انقلاب نے آزادی اور قومیت کی ایک کائناتی تحریک کے لئے جذبات ابھارے ...، اسلام کسطرح حکمران طبقات اور نوآبادیاتی شہنشاہیت کا آلۂ کار بنا رہا۔ اس سلسلے میں ایم۔ زدالیوا (M. ZOEYEVA) ...نوآبادیات میں مذہب اور شہنشاہیت کے درمیان سانٹھ گانٹھ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نمایاں کرنے کی کوشش کی اور ...ہی صیہونی پالیسی کی وجہ سے عرب ممالک میں چلنے والی "قومی آزادی کی تحریکوں" کی جو مخالفت کر رہا تھا اسکو بھی ...یں نے اجاگر کیا۔ ۱۹۳۱ء میں اے۔ کاموف (A. KAMOV) نے اپنا ایک مقالہ "ہندوستان میں مسلمان" کے عنوان ...شائع کروایا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہندوستان میں قومی آزادی کی جو تحریک چل رہی ہے اس ...اسلام ایک حریف کا کردار ادا کر رہا ہے۔ سمرنوف نے اس مقالے پر یہ اعتراض کیا ہے کہ خلافت ترکی کے مسئلہ پر ...ہندوستان میں جو لوگ برطانوی پالیسی کی مخالفت کر رہے تھے، کاموف نے ان کی نشاندہی تو کر دی ہے مگر وہ یہ بتانے

---

[1] سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے سمرنوف کے مآخذ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے جس سے اندازہ ہو تا کہ کن کن مسلم روایتوں میں ...ن کو آنحضرت صلعم کی تصنیف کہا گیا ہے۔ سمرنوف کا یہ جملہ ہمارے نزدیک مسلمانوں پر بہتانِ عظیم ہے اور روئے زمین کا کوئی بھی مسلمان اس ...یہ کا حامل نہیں ہے کہ قرآن کسی انسان، خواہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں، کی تصنیف ہے۔ اسے وہ از اوّل تا آخر ...جانب اللہ سمجھتا ہے۔ ک۔ ا۔ ج

میں ناکام رہے ہیں۔ کہ ایسے مسلمانوں کے سلسلے میں برطانوی پالیسی کیا تھی؟ اسی سلسلے کا ایک اور مقالہ ۱۹۳۱ء ایل کلیم
(L. KILIMOVICH) نے "مسلمانوں کو ایک خلیفہ مل گیا" کے عنوان سے لکھ کر شائع کروایا۔ اس مقالہ کو تحریر کرنے
محرک "پان مسلم کانگریس" کا وہ اجلاس تھا جو دسمبر ۱۹۳۱ء میں یروشلم میں منعقد ہوا تھا۔ کلیمووچ کا یہ مقالہ آن شہنشاہی اثر
پر ایک تبصرہ ہے جو ان کے نزدیک اُس اجلاس کی ساری کارروائی پر غالب رہے۔ اور اسی کے نتیجے میں مسلمانوں نے
"خلیفہ" منتخب کرنے کی بھی کوشش کی۔ انہوں نے اس مقالے میں خاص طور سے اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر وہ
جس کا اسلام سے تعلق تھا خواہ وہ منگولوں کی خان شاہیاں ہوں یا عثمانیوں کی بادشاہتیں، سب نے "خلافت" پر
قبضہ جمانے کی کوششیں کیں۔ ان کے نزدیک ترکی کی خلافت کا خاتمہ تاریخی طور پر ناگزیر تھا۔ لیکن خلافت کے خاتمے
باوجود وہ ترکی کے طرزِ حکومت سے خوش نہ تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ترکی کی جدید حکومت نے مذہبی تنظیموں کو جس طرح با
ہے اسکی وجہ سے اس جدید حکومت کا ڈھانچہ بھی بورژوا ذہنی ہو گیا ہے۔

۱۹۳۱ء ہی میں ایس۔ ترخانوف (S. TURKHANOV) کا مقالہ "عصر حاضر کے ترکی کی کلیسائی پالیسی" کے
سے منظر عام پر آیا اس مقالہ کو تحریر کرنے کا اصل مقصد یہ دکھانا تھا کہ اُس زمانے کے ترکی کے بورژوا طبقے کو ایک
اور منزہ مذہب کی صرف اس لئے ضرورت ہے تاکہ اس کے ذریعہ پرولتاری طبقے کو دبا کر رکھا جاسکے۔

ترخانوف کے اس مقالے پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے سمرنوف نے اپنے قارئین کی توجہ اس بات کی طرف
خاص طور سے مبذول کرائی ہے کہ (سقوط خلافت کے بعد) اسلام نے ترکی میں خاصا عمل دخل حاصل کر لیا ہے۔
"پان اسلامیت" اور "پان ترکیت" کا تصور ترکی اور اس کے "آقائے نامدار" امریکہ کی خارجہ پالیسی کا ایک حصہ ہے

سمرنوف کی کتاب کا پانچواں باب ۱۹۳۵ء سے ۱۹۵۰ء تک کے ان تصنیفی کاموں کے جائزوں پر مشتمل
جن کا موضوع اسلام شناسی ہے۔ سمرنوف نے اس باب کو چند ذیلی عنوانات میں بھی تقسیم کیا ہے۔ ہم بھی اس تقسیم کے
مطابق ان کی پیش کردہ معلومات کا ماحصل بیان کرتے ہیں۔

سب سے پہلے انہوں نے ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۹ء تک کی کتابوں اور مقالوں کا جائزہ لیا ہے۔ اور
ہے کہ اس عہد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسلام شناسی کے موضوع پر ایک کثیر تعداد میں
کتابیں اور مقالے منظر عام پر آئے جن کا انداز نظر تو سائنٹفک تھا مگر اسلوب بیان ایسا اختیار کیا گیا تھا جو عو
متاثر کرسکے۔ اس سلسلے میں سمرنوف نے ان کتابوں اور کتابچوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ "زاری روس اسلام"
(۱۹۳۶ء) "اسلام" (۱۹۳۷) "پردہ سے دور رہو" (۱۹۴۰ء) "اسلام کے روزے اور تہوار" (۱۹۴۱)
"زاری روس میں اسلام" ان چند مسلسل مقالات کا مجموعہ ہے جس میں مصنف نے یہ دکھانے کی کوشش
ہے کہ گیارہویں صدی سے لے کر جنگ عظیم اوّل تک اسلام نے کیا طبقاتی کردار انجام دیا۔ کتاب کے آخر

کتابیات کی ایک جامع فہرست بھی شامل کر دی گئی تاکہ جو لوگ اس موضوع پر مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں اُن کتابوں کا مطالعہ کر لیں۔ سمرنوف نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے حدود نے مصنّف کو اس بات سے باز رکھا ہے کہ وہ اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا یکساں اور روشن و واضح تجزیہ کریں اگرچہ اس کے لئے وہ مصنّف کو مورد الزام قرار نہیں دیتے تاہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ اس کتاب میں وسط ایشیا اور وولگا کے تاتاریوں کے بارے میں جو مواد پیش کیا گیا ہے وہ اس مواد سے کہیں بہتر ہے جو قفقاز کے بارے میں درج ہوا ہے۔ علاوہ بریں اُن کو اس بات کی بھی شکایت ہے کہ مصنّف نے "پان اسلامیت" اور ترکی کی جاگیرداریت اور مُلّا شاہی کے درمیان جو باہمی ربط ہے انہوں نے اس کو بخوبی بے نقاب نہیں کیا ہے۔ "مسلمانوں کے روزے اور تہوار" نامی کتاب اُس مواد پر مشتمل ہے جو پہلے شائع ہو چکا تھا مگر یہ کتاب مرتب کرتے وقت اس میں مزید مواد کا اضافہ کیا گیا ہے بقیہ دونوں کتابیں پمفلٹ ہیں جن کے بارے میں کوئی رائے نہیں دی گئی ہے۔

۱۹۴۰ء ہی میں جی۔ اے۔ ابراہیموف (G. A. IBRAGIMOV) کا ایک پمفلٹ "اسلام، اس کا مبداء اور طبقاتی ماہیت" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس پمفلٹ کے بارے میں صرف اتنی معلومات فراہم کی گئی ہیں کہ یہ ایک عام قاری کی رہنمائی و ہدایت کے لئے لکھا گیا ہے خود سمرنوف کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اس پمفلٹ کا مواد غیر مروج ہی نہیں بے دلیل بھی ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس پر کوئی تفصیلی نظر نہیں ڈالی گئی ہے۔ صرف اس کا دو سطری تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

ابھی تک جن کتابوں اور کتابچوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سمرنوف کے نزدیک ان کا شمار وقیع علمی کاموں میں نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک عہد زیر بحث کا سب سے زیادہ وقیع علمی کام وہ مقالہ ہے۔ جو تین عالموں کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ ہے جن کے نام ہیں ای۔ اے۔ بلیائیف (YE. A. BELYAYEV) ایل۔ آئی۔ کلیمووچ (L. I. KILIMOVICH) اور این۔ اے۔ سمرنوف (N. A. SMIRNOV) یہ مقالہ روسی انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت اول میں "اسلام" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ سمرنوف کے خیال کے مطابق روسی عالموں کی یہ پہلی سنجیدہ اور وقیع کاوش ہے جس میں ظہور اسلام سے لے کر عصر حاضر تک کے اسلام کی مکمل اور بھرپور تاریخ مرتب کی گئی ہے۔ ان کے نزدیک اس مقالے کی اہمیت اور معنویت آج بھی باقی ہے اور اس میں جو مواد جمع کیا گیا ہے وہ اپنی درستگی کی وجہ سے آج بھی قابل حوالہ ہے اس مقالہ میں اسلام کو اس زمانہ کے عرب خلفاء کی "جاگیردارانہ تصور پرستی" قرار دیا گیا ہے جس زمانے میں وہ اپنی سلطنت کی قلمرو وسیع کر رہے تھے۔

۱۹۳۸ء میں ریاستی "مذہب مخالف اشاعت گھر" نے ہنگری کے "بورژوا" مستشرق آئی گولڈ زیہر (I. GOLDIZHER) (م ۱۹۲۱ء) کے پانچ مقالات کا مجموعہ "اسلام میں ولیوں کا مسلک[1]" کے عنوان سے

[1] ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گولڈ زیہر نے مسلک کا لفظ "فرقہ" کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ک۔ ا۔ ج

شائع کیا۔ ان میں سے کچھ مقالے اس سے پہلے اے۔ کرمسکی (A. KRYMSKII) کے توسط سے روسی زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے تھے۔ اس مجموعے میں گولڈزیر کے مقالوں کے علاوہ کراچکوسکی کا بھی ایک مقالہ "اسلام مین ولیوں کا مسلک اور اس پر اگناٹی یس گولڈزیر کی تحقیق" کے عنوان سے شریکِ اشاعت تھا۔ گولڈزیر نے ان مقالوں میں جو مواد پیش کیا ہے اسکوسمرنوف نے قابلِ قدر تو قرار دیا ہے مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ گلہ بھی کیا ہے کہ گولڈزیر ایک عینیت پسند فلسفی ہونے کے باوجود "غیر مانوس" مواد استعمال کر گئے ہیں۔ کلیمووچ نے اپنے مقالے کی ابتدا اس بات کی نشاندہی سے کی ہے کہ ایک طرف تو اسلام ایک سخت موحدانہ مذہب ہے اور دوسری طرف اسلامی دینیات نے تضاد و بے اصولی برتتے ہوئے اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ "ولیوں کا مسلک" اس کے زیرِ سایہ پھلے پھولے۔ انہوں نے وی۔ آر۔ روزن (V.R. ROZEN) کے اُس مقالے سے ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے۔ جس میں روزن نے گولڈزیر کے اُن کاموں کی تحسین و تعریف کی ہے جو ان کے قلم سے سنتِ محمدیؐ کے موضوع پر نکلے ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ کلیمووچ، گولڈزیر کو اس جرم کا مجرم بھی گردانتے ہیں کہ انہوں نے "دینیاتی اسلام" کو "عوام میں مروج مذہب اسلام" سے الگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کلیمووچ کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ اسلام میں "اولیا پرستی" کے جو عناصر ہیں وہ اس کے طبعی اور فطری تصورات ہیں نہ کہ خارجی۔ بعد ازاں انہوں نے ان عناصر کا سلسلہ اُن جاگیردارانہ طاقتوں سے ملایا ہے جو اپنے اثرات "نیم خدا" بن کر دائمی بنانا چاہتی تھیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے وسط ایشیائی ولیوں، حاجی احمد یسوی، حاجی احرار اور خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کے نام بھی ثبوت کے طور پر لئے ہیں۔ ختمِ کلام کے طور پر کلیمووچ نے گولڈزیر کی تحریر کو مفید تو قرار دیا ہے مگر شرط لگا دی ہے کہ اس مواد کا استعمال جب تک انتہائی ناقدانہ نظر سے نہ کیا جائے گا مفید نہ ہوگا۔ ٭

ایک تنقیدی جائزہ

آخری قسط

مولانا مدرار اللہ مدرار — مردان

وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ کُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ ؕ (ص ۱۹) (۷۲) اور قبیلۂ طیر کے خانہ بدوش منتشر افراد سب اس کے ہاں جمع کر دیئے گئے تھے جن میں اس کے لشکر کا رسالہ مرتب ہوتا تھا۔ اور وہ سب کے زیر فرمان تھے — (مفہوم القرآن ص ۱۰۵۵) آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "اور پرندے جمع ہو کر سب اس (حضرت داؤدؑ) کے زیر فرمان رہتے۔"

مطلب یہ کہ صبح و شام جب حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تو پرندے آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ خدا کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے۔ اڑتے ہوئے پرندے پاس سے گذرتے اور آپ تسبیح پڑھتے ہوتے تو آپ کے ساتھ ہی وہ بھی تسبیح میں مشغول ہو جاتے اور پرواز ترک کر کے رک جاتے۔

لیکن کج فہم پرویز کہتا ہے کہ "طیر" سے قبیلۂ طیر کے خانہ بدوش اور منتشر افراد مراد ہیں جو حضرت داؤدؑ کے ہاں جمع کر دیئے گئے تھے۔ سارے قرآن کو اٹھا کر دیکھئے تو کہیں ایک جگہ میں بھی "طیر" کا لفظ قبیلہ کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے اور ہر جگہ پرندوں ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ ملک کی یہ آیت ملاحظہ ہو۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؕ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ۔

"یعنی کیا یہ اپنے اوپر پر کھولے ہوتے اور کبھی سمیٹے ہوئے اڑنے والے پرندوں کو نہیں دیکھتے انہیں خدائے رحمٰن ہی (ہوا میں) تھامے ہوئے ہے۔"

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ سب پرندوں کو آسمان و زمین کے درمیان ہوا اور فضا میں اللہ تعالیٰ ہی نے مسخر کیا ہے۔ اور ان کا تھامنے والا بجز باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ یقیناً اس میں ایمانداروں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ لیکن پرویز کہتا ہے کہ "طیر" ایک خانہ بدوش قبیلے کا نام ہے۔ تو کیا ہمارے اوپر ہوا اور فضا میں قبیلۂ طیر کے خانہ بدوش افراد اڑتے پھرتے ہیں جو اپنے پروں کو کبھی کھولتے اور کبھی سمیٹتے ہوئے مصروف پرواز ہیں۔ دراصل پرویز نہ صرف منکر قرآن ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کا منکر ہے۔ اور کائنات اور ہوا اور فضا میں اس کے تصرفات کا قائل نہیں

شیطان سے مراد پیر اور مذہبی پیشوا ہیں (۷۳) وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ ؕ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ؕ

(الزخرف ۶۲) دیکھنا کہیں تمہاری پیر پرستیوں کے غلط جذبات اور مذہبی پیشوا تمہیں اس راستے سے نہ روک دیں۔ یہ تمہارے سب سے بڑے اور کھلے ہوئے دشمن ہیں (مفہوم القرآن ص ۱۱۵۴)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور شیطان تمہیں (راہِ حق سے) روک نہ دے یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔"

لیکن پرویز کے نزدیک یہاں شیطان سے پیر اور مذہبی پیشوا مراد ہیں۔ ہم پرویز سے پوچھتے ہیں کہ اگر اس کے خیال باطل میں پیر اور مذہبی پیشوا ہی از روئے قرآن شیطان کا مصداق ہیں تو پھر کیا یہ مذہبی پیشوا اور پیر ہی تھے جنہوں نے روز اوّل میں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا جبکہ یہ اس وقت موجود بھی نہ تھے۔ دراصل پرویز ایک بیباک اور مادر پدر آزاد ملحد ہے جس نے معاذاللہ قرآن کو بازیچۂ اطفال بنا رکھا ہے۔ اور کسی خوف وخطر کے بغیر قرآنی آیات کے مضامین اور معانی میں اپنی ہفوات اور خرافات شامل کرنے کی بہت بڑی جسارت کر رہا ہے۔

قرآن تشبیہات اور استعارات کی زبان ہے۔ (۷۴) فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (الدخان ۵۸) ہم نے ایسے اہم اور لطیف کوائف کو تشبیہات واستعارات کی ایسی زبان میں بیان کر دیا ہے۔ جسے لوگ سمجھ سکیں اور یاد رکھیں (مفہوم القرآن ص ۱۱۶۳)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں آسان کر دیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"

اس آیت کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر! ہم نے اپنے نازل کردہ اس قرآن کو بہت سہل اور بالکل آسان بہت واضح مدلل اور روشن کر کے آپ پر نازل فرمایا ہے جو بہت فصیح وبلیغ، بڑا شیریں اور پختہ ہے۔ تاکہ لوگ بآسانی اس کے مضامین سمجھ لیں۔ اور اسکی تعلیمات و ہدایات پر بخوشی عمل کریں۔

لیکن پرویز قرآن کی اس حقیقت اور محکمیت کو جھٹلا رہا ہے۔ اور اس کو اوّل سے لیکر آخر تک تشبیہات استعارات اور مجازات کا مرقع قرار دے رہا ہے۔ اس کے نزدیک قرآن میں حقائق اور محکمات کہیں بھی نہیں ہیں بس مجاز ہی مجاز ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم کا اعلان ہے: أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ۔ یعنی اسکی آیات محکم ہیں اور پھر حکیم وخبیر خدا کی طرف سے ان کی تفصیل اور توضیح بھی بیان کی گئی ہے۔ لیکن پرویز قرآن حکیم کو جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے تشبیہات واستعارات کی کتاب قرار دے رہا ہے۔ اور بڑی بیباکی کے ساتھ اس کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ جو جملہ اہل اسلام کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ (ق ۴۱) کے معنی (۷۵) اس کے بعد ان مخالفین سے ٹکراؤ ہوگا جس دن جنگ کے لئے آواز دینے والا بہت قریب سے آواز دے گا۔ یعنی یہ لوگ حملہ کرنے کے

نے مدینے کے قریب پہنچیں گے (مفہوم القرآن ص ۱۲۱۷)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "اور سن رکھو کہ جس دن ایک پکارنے والا قریب ہی جگہ سے پکارے گا۔"

آیت قیامت کے دن اور صورِ اسرافیل سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن پرویز اس کی یہ لغو اور بیہودہ تاویل کرتا ہے کہ لوگ حملہ کرنے کے لئے مدینے کے قریب آ پہنچیں گے۔ اور صورِ اسرافیل سے جنگ کے لئے پکارنے والے کی آواز مراد لیتا ہے۔ مگر یہ من گھڑت تاویل احمقانہ بھی ہے۔ اور مضحکہ خیز بھی۔

(۶۰) يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ (ق ۴۲) کے معنی — اس دن جنگ کے لئے پکارنے والے بگل کی آواز میں حقیقت بن کر سامنے آجائے گی اس وقت ہر ایک باہر نکل کر میدان میں جانا ہوگا۔ (مفہوم القرآن ص ۱۲۱۷)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "جس روز اس تند و تیز چیخ کو یقین کے ساتھ سن لیں گے یہ دن ہوگا نکلنے کا۔"

اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور تیز و تند آواز سے صورِ اسرافیل مراد ہے۔ یہ قبروں سے نکل کر کھڑے ہونے اور بارگاہ رب العزت میں حساب کتاب کے لئے پیش ہونے کا دن ہے۔ لیکن پرویز اپنی کج فہمی اور کج روی کی بنا پر کہتا ہے کہ اس سے بگل کے بجائے جانے کی آواز مراد ہے جس کے ذریعے لوگوں کو میدان جنگ کی طرف بلایا جائیگا۔ پرویز کے نزدیک یہی "یوم الخروج" ہے جس میں لوگ جنگ کیلئے گھروں سے نکلیں گے۔ دراصل اس کو قیامت کے دن اور صورِ اسرافیل سے انکار ہے۔ اس لئے وہ متذکرہ آیتوں میں بیہودہ اور مضحکہ خیز تاویلات کر رہا ہے۔

(۶۱) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات) — جنات سے مراد خانہ بدوش قبائل ہیں

اور اس حقیقت کو یاد رکھو کہ انسان خواہ وہ مہذب شہری ہوں یا صحرا کے خانہ بدوش غیر مہذب قبائل انکی تخلیق کی غرض و غایت اس صورت میں پوری ہو سکے گی کہ یہ قوانینِ خداوندی کی اطاعت کے لئے اپنی صلاحیتوں کی نشو و نما کریں۔ (مفہوم القرآن۔ ص ۱۲۲۷)

جنات کا وجود قرآن و حدیث کے واضح نصوص و ارشادات سے ثابت ہے اور سابقہ سماوی کتب بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہیں۔ لیکن پرویز بڑی ڈھٹائی سے کہتا ہے کہ جنات سے خانہ بدوش غیر مہذب قبائل مراد ہیں۔ اور یہ قرآن حکیم کی صریح نصوص سے صاف انکار ہے جس کا وہ مرتکب ہے۔

(۶۲) أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ — سورۂ فیل کے معنوں میں ابلیسانہ تحریفات

تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ خدا نے ان کی خفیہ تدبیر کو کس طرح ناکام بنا کر رکھ دیا تھا۔ انہوں نے پہاڑ کی دوسری طرف غیر مانوس خفیہ راستہ اختیار کیا تھا تاکہ وہ تم پر اچانک حملہ کر دیں لیکن چیلوں اور

گدھوں کے جھنڈ جو عام طور پر لشکر کے ساتھ ساتھ اڑتے چلے جاتے ہیں کیونکہ انہیں فطری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بہت سی لاشیں کھانے کو ملیں گی۔ ان کے سر پر منڈلاتے ہوئے آگئے۔ اور اس طرح تم نے دور سے بھانپ لیا کہ پہاڑ کے پیچھے کوئی لشکر آرہا ہے۔ یوں ان کی خفیہ تدبیر طشت ازبام ہوگئی چنانچہ تم نے پہاڑ پر چڑھ کر ان پر سخت پتھراؤ کیا اور اس لشکر کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ (مفہوم القرآن ص ۱۲۸۴)

سورۂ فیل کا اصل ترجمہ یہ ہے: "کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا ہم نے ان کے مکر کو بالکل بیکار نہیں کر دیا اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیئے۔ جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کیطرح کر دیا۔"

اصحاب فیل یعنی ہاتھیوں والوں کا واقعہ سال عیسوی ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں ظہور پذیر ہوا تھا اور ولادت باسعادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابھی چند ہفتوں کا زمانہ باقی تھا کہ سلطنت حبشہ کیطرف سے علاقہ یمن کے گورنر ابرہتہ الاشرم نے حجاز بلکہ خود خانہ کعبہ پر چڑھائی کر دی۔ حاکم یمن یوں بھی وقت کی ایک زبردست سلطنت کا نمائندہ تھا پھر اس نے مسیحیوں کے لیئے جو عظیم الشان عبادت گاہ بنوائی تھی اسکی شدید توہین بھی کسی بے ادب عرب نے کر دی تھی۔ چنانچہ ابرہہ کو اس پر سخت غصہ آیا۔ اور اس نے خانہ کعبہ پر پوری قوت کے ساتھ فوج کشی کی۔ اسکی فوج میں جنگی ہاتھی بھی تھے جو عرب میں بالکل ایک نئی چیز تھے۔ جیسے آجکل کی جنگ میں ٹینک، بمبار طیارے اور دیگر آتشیں آلات جنگ وغیرہ یہ فوج کشی ایک عظیم الشان تاریخی واقعہ ہے۔ جو دوست دشمن سب کو مسلم ہے۔ عربوں نے اسکی اہمیت اتنی محسوس کی کہ اس سال کا نام ہی عام الفیل یعنی ہاتھیوں کا سن رکھ دیا اور اسی واقعہ سے اپنے سن کی ابتداء کی اور اسی سن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ تاریخ مکہ ازرقی کے الفاظ یہ ہیں: "كانوا يؤرخون في كتبهم دهرهم من سنه الفيل وفيها ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم تزل قريش والعرب بمكة جميعاً تؤرخ بعام الفيل۔ (تاریخ مکۃ ازرقی جلد اوّل ص ۹۶)

ابرہہ نے خانہ کے ہدم و تخریب کا جو پروگرام بنایا تھا وہ سارا الٹ گیا۔ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا اور بجائے خانہ کعبہ کے برباد کرنے کے خود ہی اپنے لشکر کے ساتھ برباد ہوگیا۔ ہوا یہ کہ یک بیک سمندر (بحر احمر) کیطرف سے پرندوں کا ٹڈی دل نظر آیا جن کے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں تھیں۔ جن سپاہیوں پر یہ کنکریاں پڑتیں وہی ڈھیر ہو جاتے۔ ابرہہ نے بچکر بھاگ نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن عذاب الٰہی سے نہ بچ سکا اور دنیائے فانی سے خوار و ذلیل ہو کر رخصت ہو گیا۔

اس واقعہ کی تاریخی اور قرآنی اہمیت کو دیکھیئے اور اندازہ لگائیے کہ ملحد اعظم پرویز قرآنی آیات کے حقائق و معانی کو کس جرأت اور بیباکی کے ساتھ رد کرتا ہے اور مذکورہ آیات کو اپنے ایجاد کردہ معانی بلکہ ہزلیات و خرافات کا جامہ پہنا رہا ہے۔ اور بڑی دیدہ دلیری سے روز روشن میں قرآنی آیات کے صحیح اور صریح معانی و مفہومات پر ڈاکہ ڈال

رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہاتھی والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پرندوں کے ذریعہ ہلاک نہیں کیا۔ بلکہ خود اہل مکہ نے پہاڑ پر چڑھ کر ان پر سخت پتھراؤ کیا۔ اب اس منکرِ قرآن اور عربی لغت سے ناواقف کو کون بتلائے کہ قرآن میں سخت پتھر کے نہیں بلکہ "حِجَارَۃً مِّن سِجِّیْلٍ" کے الفاظ آئے ہیں یعنی وہ پتھر "سجّیل" سے بنے تھے ۔ امام راغب اصفہانی اپنی مفردات میں "سجیل" کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"حجر وطین مختلط واصلہ فی ما قیل فارسی معرّب۔" یعنی سجیل پتھر اور مٹی سے بنی ہوئی کنکری کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصل میں یہ لفظ فارسی معرب ہے یعنی سنگ گل کو سجیل کہتے ہیں۔ سنگ گل فارسی سے عربی میں سجیل بن گیا۔

اور امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: قال ابن عباسؓ سجیل معناہ سنک وکل یعنی بعضہ حجر و بعضہ طین۔ (کبیر) حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ سجّیل کا معنیٰ سنگ وگل ہے یعنی اس کا کچھ حصہ پتھر کا اور کچھ گارے کا تھا۔

اور امام نسفیؒ لکھتے ہیں: ھو معرّب من سنک وکل وعلیہ الجمہور۔ (مدارک) سجّیل فارسی لفظ سنگ وگل کا معرّب ہے اور یہی جمہور علمائے اسلام کا مسلک ہے۔

لیکن پرویز تمام امتِ مسلمہ کے برعکس کہتا ہے کہ "حجارۃً من سجّیل" سے بڑے بڑے سخت پتھر مراد ہیں جو اہلِ مکہ نے پہاڑ پر سے ہاتھیوں والوں پر گرائے۔ اگر یہ بڑے پتھر تھے تو پھر قرآن نے لفظ "حجارۃ" پر کیوں اکتفا نہ کیا۔ اور اس کے ساتھ "سجیل" کی قید کیوں لگائی۔

اس کے علاوہ پرویز نے اپنی عادت کے مطابق یہاں لفظِ طیر سے قبیلہ طیر مراد نہیں لیا۔ اور یہ اس لئے کہ اس نے قرآن کے مختلف مقامات میں ایک ہی لفظ اور لغت کی تعبیر کے لئے اپنے خود ساختہ الگ الگ پیمانے مقرر کر رکھے ہیں جو ملحدین کا عام طریقہ ہے۔ بہرحال مذکورہ آیتوں میں صرف لفظ "سجّیل" کے معنی نہیں بدل دئے ہیں بلکہ ان میں جابجا اور بھی تلبیسات وتحریفات کی ہیں۔ مثلاً "تَرْمِیْہِمْ" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "اے اہلِ مکہ تم نے ان پر سخت پتھراؤ کیا۔" بیچارے کو اتنا پتہ نہیں کہ یہاں "تَرْمِیْ" کا صیغہ واحد غائب کے لئے استعمال ہوا ہے۔ دراصل لفظ "طَیْر" "طائر" کی جمع ہے اور جمع باعتبارِ "جَمَاعَۃً" واحد مؤنث ہے اس لئے "تَرْمِیْ" کا لفظ لایا گیا جو واحد مؤنث غائب کیلئے آتا ہے۔ اور یہ صیغہ واحد مؤنث مخاطب کے لئے بھی آتا ہے۔ لیکن یہاں اس کا موقع نہیں۔ کیونکہ اس میں خطاب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اور اگر اس سے اہلِ مکہ مراد ہوتے۔ پھر یہاں "تَرْمُوْنَ" کا لفظ استعمال ہونا چاہیئے تھا۔ اس صورت میں ترکیب یہ ہوتی۔ تَرْمُوْنَہُمْ۔

بہرحال اس ملحد نے اپنی ہٹ دھرمی اور بے حیائی سے قرآنی آیات کے معانی ومطالب میں بے شمار تلبیسانہ

تحریفات اور تلبیسات کی ہیں جن میں سے ہم نے اپنے مقالے میں صرف "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور اسکی بعض تلبیسات کو بے نقاب کیا ہے۔ ورنہ اسکی ساری کتابیں تلبیسات و تحریفات ہی سے بھری پڑی ہیں۔

خدا، قرآن، اسلام اور رسالتمآبؐ کی توہین کا ارتکاب | ہم نے اپنے مقالے میں جا بجا پرویز کی ان عبارتوں کی نشاندہی کی ہے جن میں اس نے خدا، قرآن، اسلامی نظام، انبیاء علیہم السلام اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین اور دریدہ دہنی کا ارتکاب کیا ہے۔ قرآن کی توہین تو یہ ہے کہ اس نے قرآنی آیات کے معانی اور مفہومات کو بالکل ہی بدل دیا ہے۔ اور ان کو اپنی ہفوات اور خرافات کا جامہ پہنایا ہے۔ اور ان کی اصلیت اور حقیقت کو بالکل مسخ اور داغدار کر دیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شانِ اقدس میں یہ توہین کی ہے:

۱۔ قرآن کی تصریحات کے برعکس ان کی والدہ صدیقہ حضرت مریمؑ پر ایک مرد سے خفیہ شادی رچانے کا ہولناک الزام اور بہتانِ عظیم لگایا ہے۔ اور بڑی بیباکی کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کے مشترک نطفے سے پیدا ہوئے تھے۔ العیاذ باللہ۔ اور حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ایک چٹھی رساں کی حیثیت دیدی ہے۔ چنانچہ یہ ملعون کہتا ہے:

۲۔ محمدؐ کی پوزیشن اتنی ہی ہے کہ وہ اس قانون (قرآن) کا انسانوں تک پہنچانے والا ہے۔ اسے بھی کوئی حق نہیں کہ کسی پر اپنا حکم چلائے۔ (سلیم کے نام ج ۲ ص ۳۴)

۳۔ اور اسلام کے دورِ اوّل اور خیر القرون کو دورِ وحشت کہا تھا۔ (پیراگراف ۴۴)

۴۔ اور اسلامی نظام کے بارے میں کہا تھا کہ اسلامی نظام چند دنوں کے لئے قائم ہوا اس کے بعد ختم ہو گیا۔ اگر یہ نظام صداقت پر مبنی تھا اور اس میں آگے بڑھنے کی صلاحیت تھی تو یہ ہمیشہ کے لئے کیوں قائم نہ رہا اور آج تک کہیں بھی قائم نہیں ہوا۔ (پیراگراف ۴۲)

۵۔ اور سنئے خدائے ذوالجلال کے بارے میں یہ ملعون کیا تصور رکھتا ہے۔ کہتا ہے کہ خدا کے تصور کا ایک مفہوم وہ ہے جسے خدا نے متعین کیا ہے اور جو سلیم! قرآن کے حروف و نقوش میں جگمگ جگمگ کرتا دکھائی دیتا ہے اس تصور کی رو سے ان مقامات پر خدا سے مفہوم ہے وہ نظام جو اس کے متعین ابدی قوانین کی بنیاد پر قائم معلوم ہوتا ہے۔ (سلیم کے نام ص ۲۲۶)

اس عبارت میں پرویز نے خدا کا جو مفہوم بتایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا اس نظام کو کہتے ہیں جو اس کے ابدی قوانین کی بنا پر قائم ہوتا ہے۔ جب یہ نظام قائم ہو جائیگا اس وقت خدا موجود ہو گا۔ جب ایسا نظام نہیں تو خدا کا وجود بھی نہیں العیاذ یہ ہے پرویز کی قرآنی تحقیقات اور ریسرچ جس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ یہ تحقیق اور ریسرچ نہیں، بلکہ حماقت و جہالت ہے اور دہریت و الحاد ہے، جس کا وہ مرتکب ہے۔ پرویز کی ساری خرافات اور ہفوات ایسی ہے جو اس کو کفر و ارتداد کے دائرے تک پہنچاتی ہے۔ لیکن اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تاجدارِ رسل خاتم الانبیاء صلی اللہ

علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں جو شدید ترین گستاخیاں کی ہیں وہ قطعاً قابلِ معافی نہیں۔ چونکہ پرویز کی ساری کتابیں مفہوم القرآن سمیت ہزلیات وخرافات، اشتعال انگیزیوں اور کفر و ارتداد سے بھری پڑی ہیں ـــــ لہٰذا ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ پرویز کی ساری کتابوں بالخصوص مفہوم القرآن کو ضبط کر لیا جائے۔ دردِ اسلام رکھنے والے شاعرِ ملت جناب اکبر الٰہ آبادی نے ایسی تمام کتابوں کو قابلِ ضبطی قرار دیا تھا جنکے پڑھنے سے بیٹیوں کی نظر میں ماں باپ کی عزت و تکریم باقی نہیں رہتی تھی۔

ہم ایسی کل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جنکو پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

جبکہ پرویز کا حال تو یہ ہے کہ اُس نے ماں باپ تو کیا خدا تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام خصوصاً تاجدارِ انبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دینِ اسلام اور قرآن مقدس سب کا مرتبہ و منصب گھٹانے اور انکی عزت و تکریم کو بےدردی سے مجروح کرنے کی ناپاک اور اشتعال انگیز جسارتیں کی ہیں۔ پاکستان کا موجودہ دور نفاذِ اسلام کا دور کہلاتا ہے۔ اس لئے اربابِ ریاست کا خصوصی فرض ہو جاتا ہے کہ وہ پرویز کی کتابوں کا نوٹس لے۔ حکومت نے قادیانی ترجمۂ قرآن کو ضبط کر رکھا ہے۔ جو قابلِ ستائش اقدام ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں "مفہوم القرآن" اور پرویز کی دوسری کتابیں بہت زیادہ اشتعال انگیز، توہین آمیز اور اسلام دشمن اندراجات پر مشتمل ہیں۔ اس لئے ان کی ضبطی بھی ایک اسلامی ریاست کا اوّلین فرض ہونا چاہیئے۔

پرویز تخلص رکھنے کی وجہ یہاں یہ واضح رہے کہ چوہدری غلام احمد نے اپنا تخلص پرویز اس لئے رکھا ہے کہ وہ ایران کے خسرو پرویز کے ساتھ اپنی نسبت قائم رکھنا چاہتا ہے۔ آتش پرست شاہِ ایران خسرو پرویز کو جب تاجدارِ دو عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کا دعوت نامہ ارسال فرمایا تو اس نے بڑے تکبر و غرور سے نامۂ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ اور اس امر کو باعثِ عار سمجھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا حکم چلائیں۔ چوہدری غلام احمد بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق نہیں دیتا۔ کہ آپ کسی پر اپنا حکم چلائیں اور حضور رسول اکرمؐ کے نامہائے مبارک کو جو احادیثِ نبویؐ کی صورت میں موجود ہیں عجمی سازش کہہ کر رد کر دیا گویا اُن کو خسرو پرویز کیطرح پھاڑ ڈالا۔ خسرو پرویز بھی دشمنِ رسول تھا، اور چوہدری غلام احمد بھی دشمنِ رسالت و ختمِ نبوت ہے۔ اور خسرو پرویز کے ساتھ اپنی اسی مناسبت و مماثلت کی وجہ سے اس نے اپنا تخلص پرویز رکھا۔ اور ساری عمر رسول دشمنی اور قرآن کی تحریف و تلبیس میں بسر کی، اور اسی عقیدہ پر اس کا خاتمہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مسلمانوں کو ایسی زندگی اور انجام سے بچائے۔ آمین بحرمۃ حبیب ربّ العٰلمین۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ
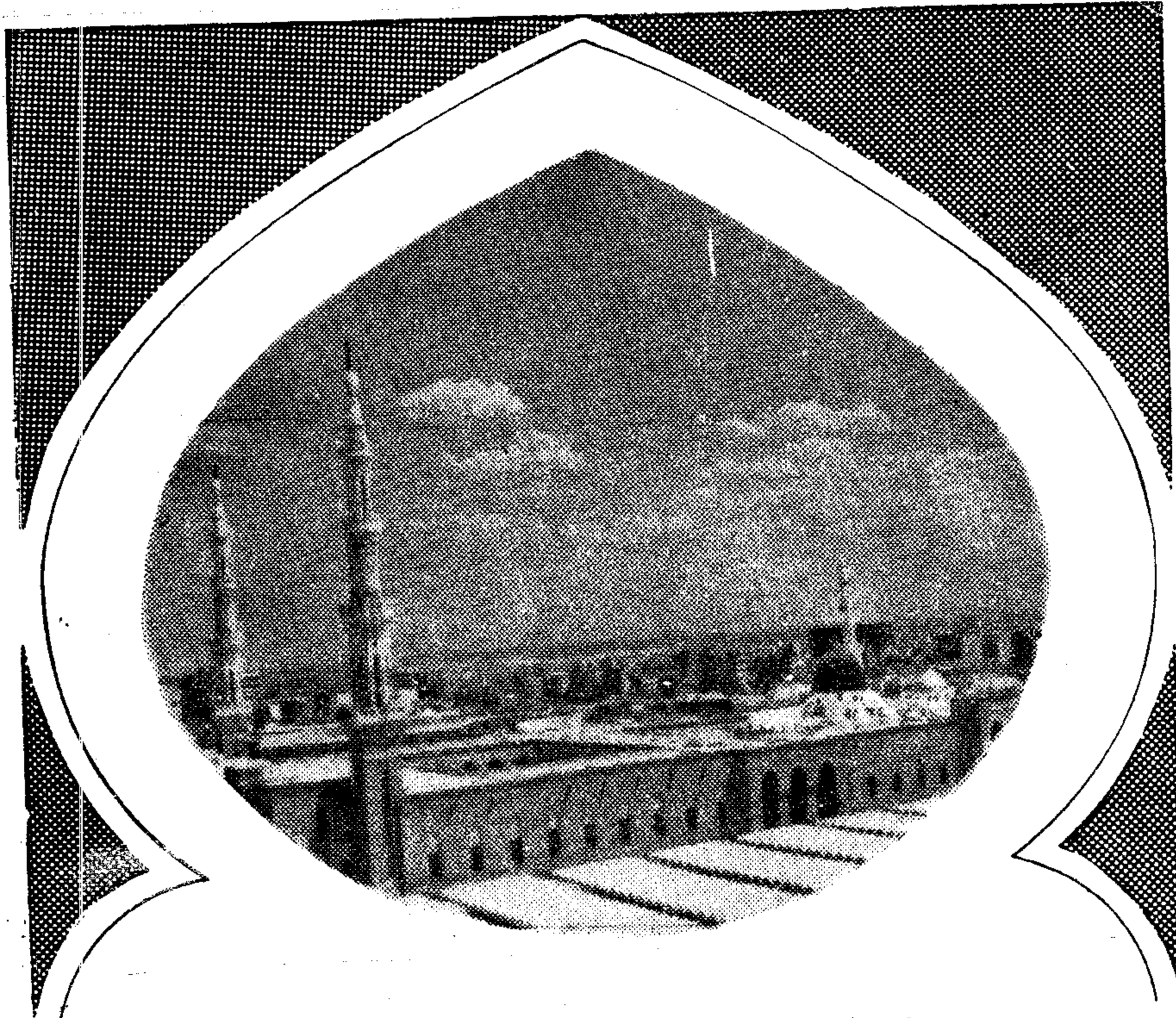
صحیح البخاری کی ایک خدمت

التصویبات لما فی حواشی البخاری من التصحیفات

تعارف —
از جناب مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی
استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ خاص کی بناء پر آخری دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا، پھر اسکے اظہار کی ایسی شکلیں اور صورتیں مہیا فرمائیں، جن کی نظیر گذشتہ ادیان اور ملتوں کی تاریخوں میں ملنا مشکل ہی نہیں۔ ناممکن ہے، اس سلسلہ میں بسا اوقات حاملین ملت (امت محمدیہ علی صاحبہا التحیہ کے باتوفیق افراد) کو ایسے ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمائی، جن کی طرف ان کاموں کے سامنے آنے سے پہلے۔ عام طور پر بآسانی۔ ذہن بھی منتقل نہیں ہوتا، لیکن جب وہ سامنے آجاتے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ یہ بھی دین کی خدمت اور اسکی حفاظت کا ایک شعبہ ہے، جو ابتک تشنۂ تکمیل تھا، اور صاحبِ توفیق شخص کے لیے جذبات تشکر و امتنان کے ساتھ دعائے خیر دل سے نکلتی ہے۔

امتِ محمدیہ میں۔ بلا مبالغہ۔ بے شمار ایسی بھی کوششیں کی گئیں، جن کے ذریعہ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ کی تفسیر و تشریح کرنے والوں کی محنتوں کی حفاظت کا بھی غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہے، جو در اصل "دین قیم" کی حفاظت ہی کی ایک شکل اور اسی کا ایک شعبہ ہے، کیونکہ اس دین کی بنیاد ہی، نقل و روایت پر ہے، اسلیے اصل ماخذ۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے متون

بھی نہیں ان کے معانی و مفاہیم بھی منقول و متوارث ہیں (اسی بنا پر "کتاب اللہ" کے ساتھ "رجال اللہ" کی بقاء و حفاظت کا بھی وعدہ کیا گیا ہے اور اسی سبب سے نصوص کی وہی تشریح و تفسیر حجت ہے، جو سلف سے منقول ہو) اسی جذبہ کے تحت اسماء الرجال جیسا بے نظیر اور عظیم الشان "فن" وجود میں آیا، کہ جس کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ وسلم کے اقوال و افعال اور صفات کی روایت کرنے والوں کے ہی احوال محفوظ نہیں ہوئے بلکہ اسکے ساتھ ـــــ اولین شارحین و مفسرین کے اقوال نقل کرنے والوں کے اوصاف و حالات (کہ جن پر ان کے ثقہ و معتبر ہونے نہ ہونے کا دار و مدار ہے) کا بھی پتہ چلایا جا سکتا ہے۔

یہ واحد حفاظتی طریقہ اس وقت تک۔ اسلاف کے اقوال و اعمال نیز ان کی طرف انتساب کی صحت یا عدم صحت جاننے کا رہا جب تک کہ یہ علوم "سینہ" سے "سفینہ" میں منتقل نہیں ہوئے تھے علوم کی تدوین۔ کتابی صورت میں جمع و تالیف۔ کا دور آجانے کے بعد مطابع کی ایجاد سے قبل۔) ایک جماعت نے قلمی نسخوں یعنی مخطوطات کی حفاظت اور ان کی تصحیح و تصویب کا غایت درجہ اہتمام کیا، اسکے علاوہ کاتبوں اور نقل نویسوں یا دوسرے لوگوں سے تصانیف میں ہو جانے والی غلطیوں (تصحیفات) کی نشاندہی کی خاطر خواہ وہ غلطیاں راویوں کے ناموں میں ہو گئی ہوں یا متون میں مستقل کتابیں لکھ کر اس راہ میں بھی۔ اسی برگزیدہ جماعت نے نقش جمیل چھوڑا، چنانچہ ابو احمد الحسن العسکری (م ۳۸۲ھ) کی "تصحیفات المحدثین" خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) کی "تلخیص المتشابہ فی الرسم" اور انہی کی "الکفایہ" (الحث فی تغییر النقط...... والتصحیف) ابو عبد اللہ النیشاپوری الحاکم (م ۴۰۵ھ) کی "معرفۃ علوم الحدیث" (النوع الرابع والثلاثون) ابو عبد اللہ محمد احمد الذہبی (م ۷۴۸ھ) کی "المشتبہ" اور اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) "تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ" اور ابن صلاح (م ۶۴۳ھ) کے شہرۂ آفاق "مقدمہ" (کی النوع الخامس والثلاثون) جیسے ناموں اور کاموں سے اہل علم واقف ہی ہیں۔

چھاپے خانہ کی ایجاد نے اس باتوفیق جماعت دین اور اسکے اصول کی حفاظت کرنے والی جماعت۔ کو ایک بار پھر طریق کار بدلنے اور ـــ نئے اسباب و وسائل کے تقاضہ کے مطابق۔ نئی تدابیر اختیار کرنے پر مجبور کر دیا کہ اسلاف کے ذخیرۂ ہائے کتب۔ بالخصوص دینی کتابوں۔ کی طباعت

کے وقت صحت کا۔ اسے عبادت سمجھ کر۔ اس درجہ اہتمام کیا کہ مطبوعہ کتب میں غلطی نکالنا مشکل بلکہ گویا ناممکن ومحال کام بن گیا جیسا کہ عصر حاضر کے مشہور شامی محقق عالم عظیم محدث۔ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ، اطال اللہ بقاءہ۔ نے ایک مرتبہ کہا تھا۔ "پرانی مطبوعہ کتابوں کو اسی طرح پڑھنا ہوگا جیسی کہ وہ چھپی ہیں، چاہے بادی النظر میں کہیں غلطی ہی نظر آئے" لیکن رفتہ رفتہ طباعت (دینی کتابوں کی طباعت بھی) جب عبادت کے بجائے تجارت، بن گئی تو اسی برگزیدہ گروہ (دین کی حفاظت کی ذمہ داری کا احساس رکھنے والے افراد) کو ایک مرتبہ اور، میدان کار میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی، اسکے علاوہ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا، کہ مطبوعہ ذخیرہ کی غلطیوں کی نشاندہی کے لیے مستقل کتابیں، یا رسالے۔ حسب ضرورت۔ لکھ کر شائع کئے جائیں اور اس طرح اسلاف کی متاع گرانمایہ کو ضائع ہونے (یا اس کے ذریعہ غلط فہمی یا گمراہی پھیلنے کے خطرہ) سے بچایا جائے، چنانچہ۔ ہندوستان میں بھی، ایسی اب تک متعدد قابل قدر کوششیں سامنے آچکی ہیں۔ جن میں تقریباً ربع صدی قبل کی جانے والی ایک اہم کوشش بلکہ ضروری خدمت وہ ہے جو حضرت مولانا حکیم محمد ایوب صاحب سہارنپوری کا مدظلہ (عزیز قریب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ) نے طحاوی شریف (شرح معانی الآثار) کی مطبعی غلطیوں کی نشاندہی کے لیے مستقل تصنیف فرما کر انجام دی، اس پر تمام اہل علم بالخصوص حدیث سے اشتغال رکھنے والے حضرت موصوف کے احسانمند اور رہون منت ہیں۔ (فجزاہم اللہ احسن الجزاء)[1]

اسی قبیل کی ایک اور سعی مشکور کا مختصر تعارف کرانا، اس وقت راقم سطور کے پیش نظر ہے۔

یوں تو ہندوستان میں حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی اور اس کے فیضان کا سلسلہ بہت قدیم زمانہ سے جاری ہے، لیکن عمومی اشاعت اور اس علم شریف کے فیوض ہر خاص وعام تک پہونچانے کی ہمہ گیر سعی حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی (مجدد سرہندی کے معاصر) کے مبارک وجود کی رہین منت معلوم ہوتی ہے، اسکے بعد یہ شرف مسند الہند، حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ اور ان کے صوری ومعنوی اولاد و احفاد کے حصہ میں آیا اور اسی طلائی سلسلے کی ایک اہم کڑی حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری تلمیذ رشید حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی،

[1] اسی سلسلہ کی ایک کڑی حکیم صاحب کی تازہ تصنیف تصویب التقلیب الواقع فی التہذیب التہذیب ہے"

بیسُر شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ) کی ذاتِ گرامی ہے جن کا حاشیۂ بخاری۔ جو درحقیقت تمام معتبر شروح کا خلاصہ گویا و عطرِ مجموعہ، اور دریا بکوزہ کا حقیقی مصداق ہے۔ اس کے منظر عام پر آنے کے بعد سے وہ آج تک تمام اہلِ علم۔ بالخصوص اصحابِ درس۔ کی توجہات و مطالعہ کا مرکز بنا ہوا ہے، محشی نے حاشیہ کی ترتیب و تصنیف پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ اسکے صحیح اور قابلِ اعتماد طریقہ پر محفوظ و عام کرنے کے لیے انھوں نے خود "پریس" قائم کیا، اور غایت درجہ تصحیح کا اہتمام کرکے خود چھپوایا کہ اسمیں غلطی نکالنا محال تھا، حاشیہ کی افادیت و مقبولیت ازمانہ کے امتداد کے ساتھ برابر بڑھتی ہی رہی، نیز اس کی معنوی قیمت کے ساتھ مادی قیمت میں بھی برابر اضافہ ہوتا رہا، بدقسمتی سے یہی "ہنر" اس میں "عیب" پیدا ہو جانے کا سبب بن گیا، یعنی "عبادت" کے جذبہ کی جگہ "تجارت" کے مفادات نے لے لی، تو اصحابِ مطابع اسے صرف مادی منافع حاصل کرنے کی غرض سے چھاپنے لگے، پھر نہ تصحیح کا اہتمام رہا، اور نہ اسکی عمدہ طباعت ہی کا وہ معیار رہ سکا۔ شروع میں تو اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اہلِ مطابع کی طرف سے اہتمام میں کمی ہوئی، مگر بعد میں وہ مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہونے لگے، چنانچہ آجکل اسکے جو نسخے تجارتی کتب خانوں سے ملتے ہیں، ان میں ہزاروں مقامات، طباعت کی وجہ سے، اتنے مسخ ہو گئے کہ اصلی مراد تک پہونچنا محال ہو گیا ہے، اس کا پورا اندازہ ان حضرات ہی کو ہو سکتا ہے، جو تدریس میں مشغول رہنے کی وجہ سے مطالعہ کے وقت سخت دشواری اور ذہنی الجھن کا شکار رہتے ہیں، کیونکہ بعض مقامات کا مطلب حل کرتے ہوئے سنگین قسم کی مطبعی غلطیوں کی وجہ سے دانتوں پسینہ آجاتا ہے، اگر حوالہ کی کتابیں اور شروح پاس نہ ہوں تو مراد تک پہونچنا محال ہو جائے۔ اس دشوار گذار گھاٹی سے۔ کم و بیش۔ تمام ہی مدرسین کسی نہ کسی طرح گذر جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے

عہ یہاں اس بات کی وضاحت تو ضروری نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ تمام اہلِ علم جانتے ہیں۔ کہ آخر کے پانچ پاروں کا حاشیہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (تلمیذ ارشد مولانا احمد علی) کا مرتب کردہ ہے۔ مگر استاد و شاگرد کے کام میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا، یہ ایسا امتیاز ہے جو دنیا میں کم شاگردوں کو ہی میسر آسکا ہے (فرحمہما اللہ رحمۃ واسعۃ)

…رتی یوپی کے مشہور قصبہ مئو کے ممتاز عالم اور فاضل اجل مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی
…لہ تلمیذ رشید، محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمی دامت برکاتہم کو، کہ موصوف
…تدریس بخاری کے دوران اس مشکل کو حل کرنے کا بیڑا اٹھایا، اور نہ صرف خود یہ دشوار گذار
…ائی طے کرلی، بلکہ اس راہ کے دوسرے مسافروں کے لیے بھی خطرناک مواقع (غلطیوں) کی
…اندہی کے ساتھ، حدیث کی معتبر شرحوں اور دیگر کتابوں نیز قدیم مطبوعہ نسخہ کے گہرے مطالعہ
…بعد ان کی اصلاح بھی فرمائی، اور پھر اسے دو جلدوں میں "التصویبات لما فی حواشی
…اری من التصحیفات" کے نام سے جمع و مرتب کرکے اہل علم پر احسان عظیم فرمایا، مدرسہ، جامعہ
…دارالعلوم، بنارس (جس میں حضرت مولانا عبدالجبار صاحب موصوف استاذ حدیث ہیں) کے
…ظمین بھی تمام اہل علم کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں، کہ انھوں نے اس قلمی نسخہ کو طباعت کے ذریعہ
…ام کردیا، (فجزاہم اللہ خیر الجزاء)

مولانا محترم کی ژرف نگاہی اور عرق ریزی کا اندازہ کرنے کے لیے آئندہ صفحات میں،
…صویبات، کا معتد بہ حصہ پیش کیا جارہا ہے، اجمالی طور پر اتنا بتادینا شاید بے محل نہ ہوگا، کہ پوری
…اری شریف کے حواشی میں مولانا نے کوئی تین چار ہزار کے درمیان طباعت کی غلطیاں نکالی ہیں،
…ن میں سیکڑوں ایسی ہیں کہ مولانا کی نشاندہی اور تصحیح کے بغیر جن کا سمجھنا تقریباً ناممکن تھا، مختصر یہ
…کتاب کا کوئی بھی صفحہ غلطی سے خالی نہیں ہے، کم وبیش ایک درجن صفحات تو ایسے ہیں جنمیں
…نو پر دس سے زیادہ غلطیوں کی مولانا نے نشاندہی کی ہے (مثلاً ص۲۷۵ میں ۱۴، ص۶۸۳
…۱۲، ص۶۹۵ میں ۱۱، ص۱۰۷ میں ۱۳، اور ص۸۳۱ میں ۱۴) اس میں شک نہیں کہ اس میں بعض
…غلطیاں معمولی نوعیت کی بھی ہیں (مثلاً صرف ایک نقطہ کم، یا زیادہ ہوگیا ہے) لیکن خاصی تعداد ایسی
…غلطیوں کی ہے جن کا حل مولانا کی اس کاوش سے پہلے عام اہل علم کے لیے آسان نہ تھا، ذیل میں پہلے
…ہی سنگین غلطیوں کی فہرست کا ایک حصہ "التصویبات لما فی حواشی البخاری من التصحیفات" سے نقل کیا جارہا ہے۔

۵ (حاشیہ کی جمع) حواشی کی تعبیر برصغیر میں ہی مستعمل ہے، ورنہ عرب علماء، اس کے لیے عموماً "ہامش" یا "التعلیقات"،
…(تعلیق کی جمع)، استعمال کرتے ہیں۔ عـہ "البخاری شریف" ہندوستان میں عام [illegible] سائز پر چھپی ملتی ہے اسی سائز
…میں "التصویبات" بھی چھاپی گئی ہے (تاکہ اصل کے ساتھ جلد بندھوائی جاسکے)۔

چند اہم غلطیاں جن کا پتہ چلانا مشکل تھا

التصویبات (جلد اول)

التصویبات کا صفحہ نمبر	کالم نمبر	بخاری کا صفحہ نمبر	حاشیہ وسطر نمبر	الخطاء	الصواب
۵	۲	۱۰	۲/۹	معناہ خیار الخیر	معناہ حیازۃ الخط
۵	۲	۱۲	حل اللغات	الفہم من ضرب	الفہم من علم
۶	۲	۲۶	اسماء الرجال	مات سنہ ۱۱۱ھ	مات سنہ ۱۶۶ھ
۸	۱	۶۱	۱/۱	یحیی بن ابی الزبید القطان	یحیی بن سعید القطان
۸	۲	۷۰	حل لغات	کتب بفتحتین	کتب بضمتین
۸	۲	۷۴	اسماء الرجال	عثیم بن بصر بضم الموحدۃ	عثیم بن بشیر بضم الموحدۃ
۹	۱	۸۱	۳/۲	فی فضل صلاۃ العصر	فی فضل صلوٰۃ الفجر
۱۲	۲	۱۷۰	۱/۷	ای منبترعا لاوجوبا عقلیا	ای شرعیا لا وجوبا عقلیا
۱۳	۲	۱۹۴	۳/۳	بنانہ بضم الموحدۃ والنون	بفتح الموحدۃ والنون
۱۶	۱	۲۶۶	۱/۱	نہرکت	نہکت
۱۷	۲	۳۰۵	۶/۶	عثمان العنی	عثمان البتی
۱۸	۱	۳۰۸	۲/۷	اذا قدر علی الفساد	اذا قدر علی السفاد
۲۱	۱	۳۶۲	۲/۸	ہذا تعلق بکتمان الشہادۃ	لا تعلق بکتمان الشہادۃ
۲۱	۱	۳۶۸	۲/۵	یمین المدعی علیہ ام لا	یمین المدعی علیہ سواء رضی المدعی
	۱	۳۸۱	۲/۵		بیمین المدعی علیہ ام لا
۲۲	۱	۳۸۱	۶/۷	ان یاخذ وامن المسلمین عنوۃ	ان یاخذوا من المسلمین عزۃ (ع ر ا)
۲۳	۲	۴۱۵	۱۰/۵	محمد البزار اند ولابی	فی اند محمد بن الصباح ، وانی قس محمد بن صباح البزار

تصویبات کا نمبر	کالم نمبر	بخاری کا صفحہ نمبر	حاشیہ و سطر نمبر	الخطاء	الصواب
۲۴	۱	۴۲۴	۲/۱۲	یجعل اسرنفسہ	یجعل نفسہ اسیرا
۲۵	۱	۴۳۸	حل لغات	وحملھا للام	وحملھا الی الامام
۲۵	۱	۴۴۲	اسماء الرجال	سعید بن کثیر بن غنم	سعید بن کثیر بن عفیر
۲۵	۲	۴۴۹	۲/۶	قاتل آسم من المقاتلہ	قاتل آسم ناعل لا فعل من المقاتلہ
۳۰	۱	۴۷۵	اسماء الرجال	قال المحری	قالہ المسعودی
۳۰	۱	۵۳۸	۶/۴	انکار لہ بہ	انکار بالاعلم لہ بہ
۳۱	۱	۵۵۳	۳/۱۰	کانت فی خلافۃ ابی بکر	ماتت فی خلافۃ ابی بکر

التصویبات (جلد ثانی)

تصویبات کا نمبر	کالم نمبر	بخاری کا صفحہ نمبر	حاشیہ و سطر نمبر	الخطاء	الصواب
۳	۲	۵۹۹	۱/۲	لایکفون انفسہم	لایکفون انفسہم
۶	۱	۶۲۴	۸/۹	کان یقال لہا الکعبۃ الشامیۃ	کان یقال الکعبۃ الیمانیۃ والتی بمکۃ الکعبۃ الشامیۃ
۹	۱	۶۸۴	ع س	خطہ بالطاء المہملۃ	خطہ بالحاء المہملۃ
۹	۱	۶۸۶	۶/۱۱	انما تیجاط	انما تیجہ افدا
۱۰	۱	۷۰۰	۶/۳	قولہ علیہ السلام ففہمت	قولہ علیہ السلام لہا اخری الفٹ ففہمت
۱۰	۲	۷۰۰	۲۳/۸	ذہب اک حلقہ منفعل ثان	ذہب ذاک حلقہ مفعول ثان
۱۴	۲	۷۳۴	۲/۵	شدۃ الحلق بفتح القاف	شدۃ الحلق بفتح الحاء وسکون اللام
۱۵	۲	۷۸۰	۱ س	ارادت تہاتری	ارادت ان مز تہاتری
۱۶	۲	۷۹۵	۱ س	المحب لایکون الامحبوبا و بالقلس	المحب لایکون الامحبوبا و بالعکس
۲۰	۱	۸۳۱	۲/۱۳	قال الکسائی سرعان اخفادہم	قال الکسائی سرعان القوم اخفادہم
۲۹	۱	۱۰۰۹	ع س	فاستعیر السکت للکلام	فاستعیر الکب لا قافیۃ فی الکلام

التصویبات کا صفحہ نمبر	کالم نمبر	بخاری کا صفحہ نمبر	حاشیہ وسطر نمبر	الخطاء	التصواب
۲۹	۲	۱۰۱۶	۶/۲	قال الجوہری	قال صاحب الجوہر النقی
۲۹	۲	۱۰۱۸	۱/۵	عنہ البخاری باختصار الجمہور	عنہ البخاری بالاختصار المجحف
۳۶	۲	۱۱۲۷	۱۴/۱	جاء عزرا فلا بلالہا	جاء عزیز فاملا ہا
۳۶	۲ سطر آخری	۱۱۲۹	۳۶/۵	فیخرجون من النار	فیخرجون من النار

مذکورہ بالا غلطیاں "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر نقل کی گئیں ہیں، ورنہ ان کے علاوہ بھی بکثرت غلطیاں ایسی ہیں جنھیں "التصویبات" میں نقل کر کے ان کی تصویب درج کر دی گئی ہے۔ بعض غلطیاں تو ایسی بھی ہیں جن میں نفی کا اثبات اور اثبات کی نفی ہو گئی ہے، انہیں سے چند بطور نمونہ کے ذیل میں نقل کی جا رہی ہیں۔

چند وہ غلطیاں جن سے نفی کا اثبات اور اثبات کی نفی جیسا عظیم فرق ہو گیا

۱۶ غلط نامہ	۲	۷۹۳	۲/۸	قال الحنفیہ، لایصح طلاق المکرہ	قال الحنفیۃ یصح طلاق المکرہ
۱۶ "	۲	۷۹۳	۲/۸	قالت الائمۃ الثلاثہ یصح	قالت الائمۃ الثلاثہ لایصح
۳۵	۱	۱۰۹۸	۲/۸	مع أنہ مانع من دخولھم	مع أنہ لامانع من دخولھم

یہاں شاید یہ بات ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہو گا، کہ خود مصنوب مدظلہ سے بھی بعض فروگذاشتیں ہو گئی ہیں، ظاہر ہے کہ ایسا ہو جانا بعید نہیں تھا، اور نہ محل تعجب! نیچے بس ایسی چند ہی فروگذاشتوں کی نشاندہی کی جا رہی ہے، اور اسی کے ساتھ "کیا ہونا چاہئے" یہ بھی ذکر کر دیا ہے۔

خود مصوب کی چند فروگذاشتیں اور مبہم عبارتیں جن کی اصلاح نیز تصویب و تشریح کی ضرورت ہے

التصویبات کا صفحہ نمبر	کالم نمبر	سطر نمبر	فروگذاشت (جسے "التصویبات" میں صواب قرار دیا گیا ہے)	کیا ہونا چاہیے
۶	۱	۲۷	ابو زرعۃ بضم الزاء (بالہمزۃ)	ابو زرعۃ بضم الزای (بالیاء یعنی زای)
۷	۱	۱۸	محمد بن حازم بالخاء والزاء (بالہمزۃ)	محمد بن خازم بالخاء والزای (بالیاء)
۳۰	۲	۱۷	أحمد وأبو داؤد (بالہمزۃ) بہذا الحدیث	أو رد أبو داؤد (بالواو) بہذا الحدیث نحوہ
۲۳	۱	۱۱	شرق بالکسر یعنی بحر ملا الکف	شرق بالکسر و فتح أیضاً بالکسر وہو البحر ملا الکف وقیل ہو البحر مطلقا.
۲۷	۱	۲۰	ای أنجتہا	أنختہا

ظاہر ہے کہ یہاں "التصویبات" کی فروگذاشتوں کا استیعاب کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ چند مواقع کی نشاندہی محض اسی غرض سے کردی گئی ہے کہ مولانا محترم دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے وقت نظر ثانی فرما سکیں، لیکن ایسی فروگذاشتوں کی تعداد اتنی کم ہے جس کی اس عظیم کارنامہ کے مقابلہ میں — جو مولانا نے "تصویبات" کے ذریعہ انجام دیا ہے — کوئی حیثیت

---

* لطیفہ: راقم، حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ کے زمانہ قیام سہارنپور وہاں حاضری کے وقت حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتا تھا، ایسی ہی ایک حاضری کے وقت موصوف نے مجھ سے متعلقہ اسباق کی بابت دریافت فرمایا اس زمانہ میں ابوداؤد کا سبق بھی مجھ سے متعلق تھا تو میں نے عرض کیا..... اور ابوداؤد (بالواو) اس پر موصوف نے مسرت آمیز تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ "عموماً لوگ ابو داؤد (بالہمزہ) کہتے ہیں، تم نے صحیح تلفظ کیا"۔ مولانا علیہ الرحمۃ سے واقف، سب جانتے ہیں کہ موصوف کو تمام علوم متداولہ بالخصوص عربیت میں بڑا اتقان حاصل تھا، اسلئے ان کے نزدیک معمولی فروگذاشت بھی۔ بالخصوص جو طلبۂ علم کی طرف سے ہو۔ ناقابل برداشت ہو جاتی تھی۔

نہیں (پھر ان میں مطبعی خامیوں کا احتمال بھی ہے۔)

مولانا نے، حواشی، کی تصحیفات (غلطیوں) کے احاطہ کا اگرچہ دعویٰ نہیں کیا ہے۔ (جیسا کہ موصوف نے التصویبات کے شروع میں "ملاحظات و تنبیہات" کے تحت صراحت کردی ہے) لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ ہاں محترم نے اپنی دانست میں چھوٹی غلطیوں کی نشاندہی کردینے کی بھی حتی الامکان کوشش کی ہے، چنانچہ اس طویل فہرست میں بڑی تعداد ایسی غلطیوں کی ملتی ہے جنھیں "معمولی" قرار دیا جانا چاہیئے۔ ذیل میں اس کی بھی چند مثالیں "التصویبات" سے نقل کرکے پیش کی جارہی ہیں۔

معمولی نوعیت کی اخطاء

بخاری کا صفحہ نمبر	حاشیہ نمبر	سطر نمبر	خطاء	صواب
۳۲۰	۲	۲	معقلات بالغنا (بشکل غین)	معقلات بالفنا (بالفا)
۳۵۱	۲	۲	فلن (بالفا، ایک نقطہ)	قلن (بالقاف، دونقطہ)
۶۸۳	سـ۵		جمع غصمۃ (نقطہ تھوڑا سا ہٹ گیا)	جمع عضمۃ (بالعین المہملۃ والضاد المعجم)
۷۴۲	۱	۲	فہو خرمیۃ (بغیر نقطہ)	فہو خزمیۃ (بالنقطہ)
۸۲۴	۵	۴	للجاجۃ (ایک نقطہ زیادہ ہوگیا)	للحاجۃ

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی (استاذ تفسیر و حدیث جامعہ مظہر العلوم بنارس) کی یہ سعی مشکور بڑی ہی نافع اور اہل علم، بالخصوص بخاری شریف کے درس و تدریس میں مشغول حضرات کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

تمام خدام علم کی طرف سے حضرت مولانا مدظلہٗ بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے، اور علم و دین کی خدمت کے لیے تا دیر سلامت رکھے۔

ایں دعا از من و از جہاں آمین باد

پاکستان ایئر فورس میں
خطیب حضرات کے لئے
درخشاں مستقبل

وارنٹ آفیسر کے رینک میں خطیب جامع مسجد کی حیثیت سے جونیئر کمیشن کے خواہشمند حضرات سے تعلیمی اسناد کی تصدیق شدہ نقول اور تین عدد پاسپورٹ سائز تصاویر کے ساتھ درخواستیں ڈائریکٹریٹ آف ریکروٹمنٹ ریئر ایئر ہیڈ کوارٹرز پشاور میں مطلوب ہیں۔

تعلیمی قابلیت

میٹرک اور کسی مستند دار العلوم سے درس نظامی کی سند فراغ

عمر

یکم مئی ۱۹۸۶ء کو ۲۵ تا ۳۵ سال

قومیت:

پاکستان کے مرد شہری

نا اہلیت

ا: مسلح افواج یا سرکاری ملازمت سے برخاست شدہ
ب: آرمڈ فورسز اپیل میڈیکل بورڈ یا سنٹرل میڈیکل بورڈ پی.اے.ایف سے مسترد شدہ۔
ج: اخلاقی جرم میں سزا یافتہ

طریقۂ انتخاب

ا: انفارمیشن اینڈ سلیکشن سنٹر میں امتحان اور انٹرویو۔
ب: میرٹ کی بنیاد پر ایئر ہیڈ کوارٹرز میں حتمی انتخاب۔

مدت ملازمت

۱۸ سال (قابل توسیع)

سہولتیں

تنخواہ کے علاوہ مفت خوراک، رہائش، علاج، وردی اور موجودہ قانونی سہولتیں۔

درخواستیں موصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۵ مارچ ۱۹۸۶ء

PID(I)PAF-16/85-86
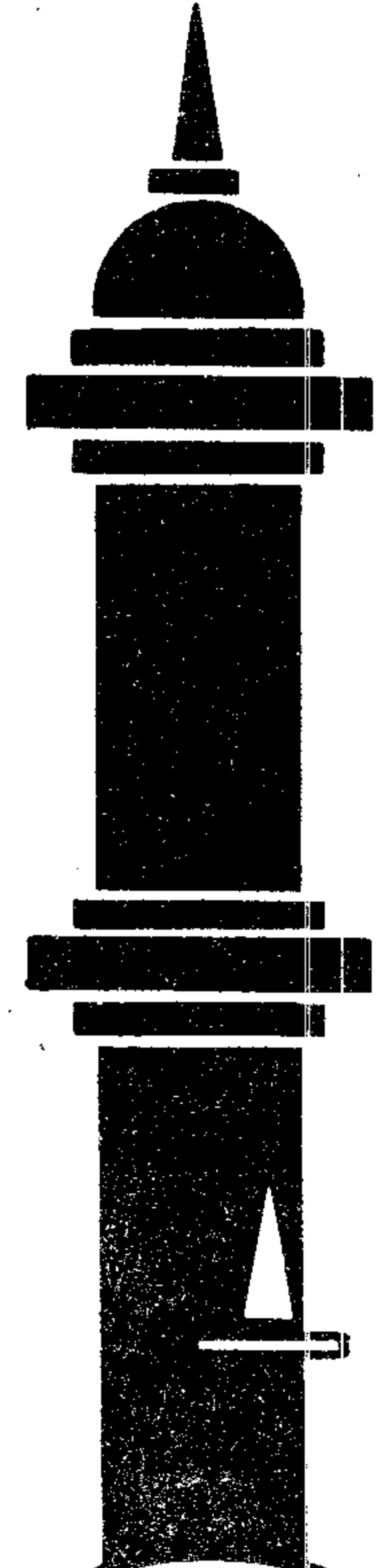
لندن کیلئے تیز ترین پرواز

ہر اتوار براستہ ماسکو
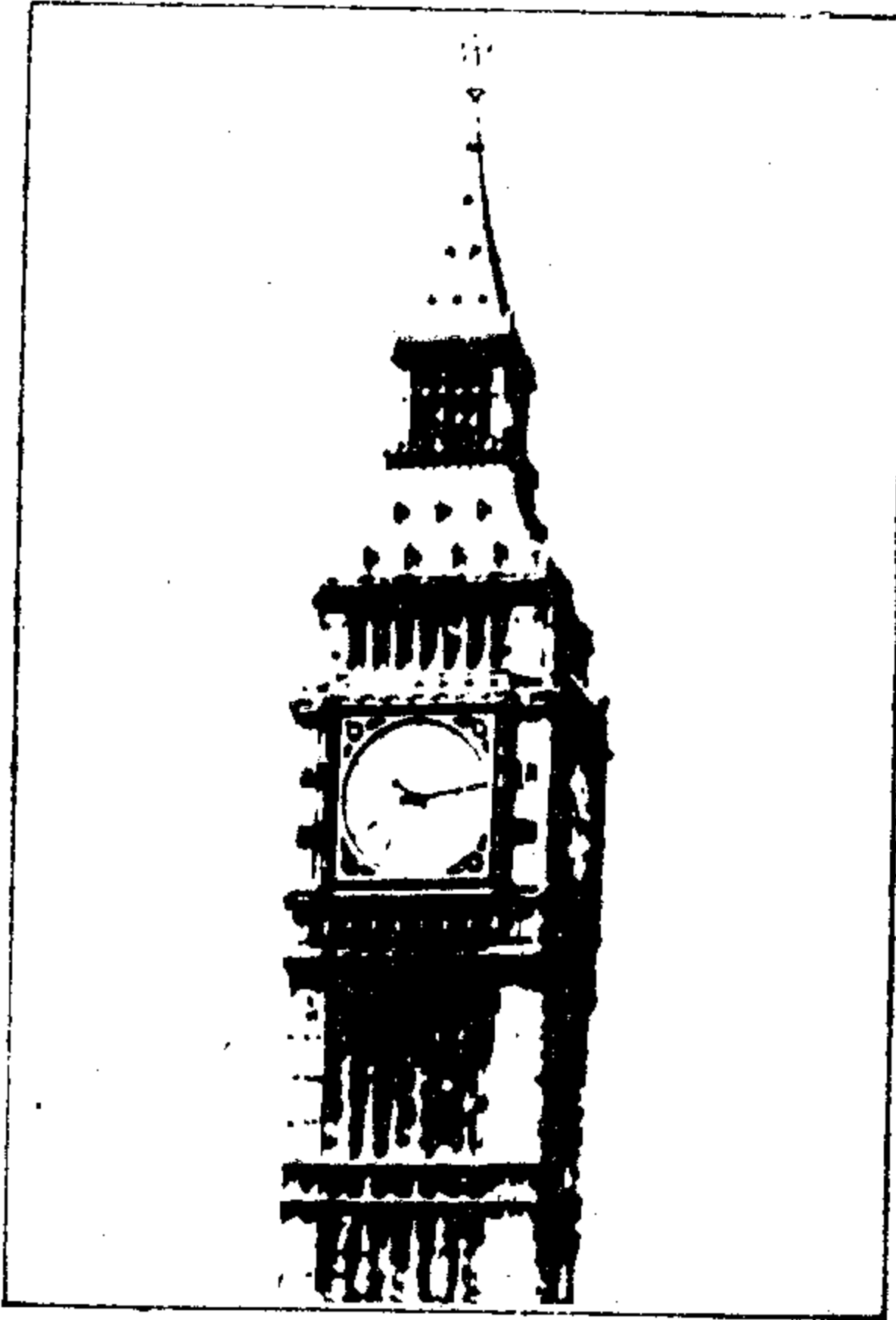
اتوار کے دن اسلام آباد سے لندن جانے والی پرواز صرف ماسکو رکتی ہے۔
مقصد صرف ایک ہے — اپنے کرم فرماؤں کیلئے زیادہ سے زیادہ سہولتوں کی فراہمی۔
بوئنگ ۷۴۷ کی آرام دہ پرواز۔ آمد اور روانگی کے بہترین اوقات۔ ہماری روایتی میزبانی آپ کی منتظر ہے۔
کم سے کم وقت میں لندن پہنچنے کے لئے ہم اپنی اس پرواز پر آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

پی کے ۷۸۳			
اتوار			
روانگی	:	اسلام آباد	۰۹۰۰
آمد	:	ماسکو	۱۲۲۵
روانگی			۱۳۲۵
آمد	:	لندن	۱۴۱۵

تمام اوقات مقامی ہیں۔

پی آئی اے فاصلے گھٹائے۔ قربتیں بڑھائے۔

مزید معلومات کے لئے اپنے ٹریول ایجنٹ یا پی آئی اے کے قریبی دفتر سے رابطہ قائم کیجئے۔

پی آئی اے PIA
پاکستان انٹرنیشنل

PID (ISLAMABAD)

IAL - IPP - 63 - 85

مولانا وحید الدین خان صاحب انڈیا

مولانا الیاس ؒ

اور

ان کا تبلیغی مشن [۱]

اکتوبر ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال اپنے لاہور کے مکان میں آرام کرسی پر نیم دراز ہیں۔ حقہ سامنے ہے۔ اتنے میں ایک شخص داخل ہوتا ہے علیک سلیک اور رسمی مزاج پرسی کے بعد گفتگو شروع ہوتی ہے۔

"آپ ایک کتاب لکھیے" ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔

"کیسی کتاب" نووارد نے پوچھا۔

"تحقیقات کرنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے قصبات اور دیہات میں ہزارہا غیر مسلم حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان از خود مسلمان ہونے والوں سے ملے اور ان سے قبول اسلام کے اسباب دریافت کرکے ایک کتاب میں جمع کر دے تو اس سے تبلیغ اسلام کے مقصد کو بے حد تقویت حاصل ہوگی۔"

"کیا صداقت اسلام کے متعلق پہلے دلائل ناکافی ہیں"

"بہت کافی ہیں مگر ایسا کرنے سے کئی ایسے عجیب اور جدید دلائل آپ کو ملیں گے کہ دنیا حیرت زدہ رہ جائے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دل اور دماغ کے کام کرنے کے طریقوں میں بہت فرق ہے۔ دماغ اکثر اوقات ہزارہا مضبوط دلائل کو مسترد کر دیتا ہے اور ان کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن دل اس کے برعکس بعض اوقات کمزور سے کمزور چیزوں سے اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی جھٹکے میں زندگی کا سارا نقشہ بدل جاتا ہے۔ قبول اسلام کا تعلق جس قدر دل سے ہے، دماغ سے نہیں۔ اصل بات جو مبلغ کو معلوم ہونا چاہیے یہ ہے کہ وہ کون کون سے نشتر ہیں جن سے دل متاثر ہوا کرتے ہیں۔ کفار اور مشرکین کے انقلاب حیات کی ہزارہا مثالیں تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص اپنے حالات کے تحت ایک خیال یا ایک مذہب پر چٹان کی طرح قائم رہتا ہے ناگہاں غیب سے اس کے دل پر ایک نشتر چلتا ہے۔ اور چشم زدن میں اس کی زندگی کی تمام گزشتہ تاریخ

بدل جاتی ہے۔ صداقت اسلام کے عقلی دلائل تو آپ کے پاس بہت ہیں مگر قلبی دلائل کم ہیں اگر آپ نومسلموں کے پاس جائیں تو وہ بتائیں گے کہ اسلام کی وہ کونسی بے ساختہ ادا تھی جو ان کے دل کو بھا گئی۔ اگر ان بیانات ایک کتاب میں جمع کر دیے جائیں تب مجھے یقین ہے کہ انقلاب حیات کی ایک بالکل نئی دنیا مبلغ کے سامنے آجائے گی اور انہیں اشاعت اسلام کے لئے ایسے نئے دلائل یا جدید ہتھیار مل جائیں گے جن سے اسلام کا موجودہ کتب خانہ خالی ہے۔"

اس کے بعد مثال کے طور پر چند واقعات بیان کرنے کے بعد ڈاکٹر اقبال نے مزید کہا۔

"قبول اسلام میں اصل چیز دل ہے جب دل ایک تبدیلی پر رضامند ہو جاتا ہے اور کسی بات پر قرار پکڑ لیتا ہے تو پھر باقی تمام جسم پر اس کے سوا کچھ نہیں کرتا کہ وہ اس تبدیلی کی تائید کے لئے وقف ہو جائے۔

ہمیں اسلام کے قدیم و جدید مبلغوں میں ایک واضح فرق نظر آتا ہے۔ قدیم مبلغوں کا وار غیر مسلموں کے دلوں پر ہوتا تھا۔ وہ اپنی للہیت، بے نفسی، خوش خلقی اور احسان و مروت کی جادو اثر دواؤں سے دلوں کو گرویدہ کرتے ہیں اور اس طرح ہزارہا لوگ از خود بغیر کسی بحث و تکرار کے ان کے رنگ میں رنگ جاتے مگر جدید مبلغوں کا سارا زور دماغ کی تبدیلی پر صرف ہوتا ہے وہ صداقت اسلام پر ایک دلیل دیتے ہیں۔ مقابلہ میں دوسری حجت غیر مسلم پیش کرتے ہیں اس پر بحث و تقریر شروع ہو جاتی ہے۔ مسلمان بات پر اڑ جاتا ہے۔ غیر مسلم اپنے قول پر تن جاتا ہے۔ اس سے ضد پیدا ہو جاتی ہے اور ہدایت ختم ہو"

"مبلغین اسلام کو دلوں کے متاثر کرنے کے لئے نکلنا چاہیئے یا دماغوں کے"؟

ڈاکٹر اقبال نے مزید تفصیل کرتے ہوئے کہا

اس کے فیصلے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم فطرت کی روش کی پیروی کریں۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ فطرت اپنی فتوحات حاصل کرنے کے لئے اپنا تعلق ہمیشہ دلوں سے جوڑتی ہے۔ فطرت کھانے میں لذت پیدا کرتی ہے۔ اور آپ اسے بے اختیار کھا جاتے ہیں۔ اس وقت ایک بھی شخص دماغ سے یہ نہیں پوچھتا کہ کھانا طبعی لحاظ سے مفید ہوگا۔ آپ کہیں جا رہے ہوتے ہیں کہ ناگہاں پھولوں کی ایک خوشنما زمین اور جو کا ایک حسین نظارہ سامنے آجاتا ہے۔ آپ وہاں بے اختیار بیٹھ جاتے ہیں وہیں ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آتا ہے۔ اور آپ کو میٹھی نیند سلا دیتا ہے۔ اس وقت کوئی بھی شخص دماغ سے یہ نہیں پوچھتا کہ مجھے سونا چاہیئے یا نہیں۔ مختصر یہ کہ فطرت ہر کام میں اسی طرح دلوں کو گرویدہ کر کے مطلب نکالتی ہے دماغوں کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتی۔

اسلام چونکہ سرا سر نور فطرت ہے اس واسطے مبلغین اسلام کو چاہیئے کہ اخلاق و محبت کی گ

سے دلوں کو اس طرح شکار کریں کہ ان میں سرکشی اور انکار کی سکت ہی باقی نہ رہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مبلغ اسلام، اسلامی کیریکٹر کی عظمت کے مالک ہوں تاکہ سرکش سے سرکش آدمی بھی ان کے سامنے اپنی گردن جھکا دے۔ باقی رہے دماغی مباحث اور عقلی تکرار۔ تو اس سے نہ تو دل مطمئن ہو سکتے ہیں نہ منقلب ہو سکتے ہیں اور نہ فطرت رام ہو سکتی ہے۔"

شاید یہ کہنا صحیح ہو گا کہ مولانا الیاس صاحب کی ذات اور ان کی پھیلائی ہوئی تبلیغ، کم از کم مسلمانوں کے اندر کام کی حد تک، ڈاکٹر اقبال کے اسی خواب کی تعبیر ہے۔ مولانا کی پوری زندگی اور تبلیغی تحریک کی پوری تاریخ اس طرز تبلیغ کی مثالوں سے بھری پڑی ہے اور اس کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے ہیں یہاں واقعات کو جمع کرنا مقصود نہیں ہے۔ میں اصل مدعا کو واضح کرنے کے لئے صرف ایک مثال نقل کروں گا۔

ایک عربی مدرسہ کے کچھ طلبا مولانا الیاس صاحب کے یہاں حاضری کے لئے نظام الدین گئے۔ ان میں ایک نہایت شریر طالب علم تھا جس کو اس کے ساتھیوں نے کہہ سن کر وہاں جانے کے لئے راضی کیا تھا یہاں نے کو تو وہ طالب علم چلا گیا مگر جب رات ہوئی اور لوگ سو گئے تو کچھ کو لے کر سینما دیکھنے کے لئے دہلی روانہ ہو گیا۔ ان لوگوں کو نظام الدین سے دہلی جانے کے لئے بس مل گئی مگر دوسرا شو دیکھ کر جب وہ فارغ ہوئے تو واپسی کے لئے کوئی بس نہیں تھی مجبوراً رات کو یہ لوگ دہلی میں رہ گئے۔

یہاں نظام الدین میں صبح کی نماز کے بعد حسب معمول جب مولانا الیاس صاحب وعظ کے لئے ممبر پر بیٹھے تو انہوں نے کہا۔

مدرسہ کے لوگ جو کل شام کو آئے ہیں وہ سب قریب آجائیں۔ اس وقت وہاں صرف دو طالب علم تھے مولانا نے کہا خیر انتظار کیجئے۔ وہ لوگ شاید ضروریات کے لئے کہیں گئے ہوں گے واپس آجائیں گے تو گفتگو شروع ہو گی۔ مگر وہ لوگ کافی دیر بعد نظام الدین پہنچے اب ان کا معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ نیز بعض ذریعوں سے بھی معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ سینما دیکھنے کے لئے دہلی گئے ہوتے ہیں۔

اس وقت مذکورہ مدرسہ کے ناظم صاحب بھی نظام الدین میں موجود تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ طلبہ نے یہاں آکر اس قسم کی "بے ہودگی"، کی ہے تو وہ سخت برہم ہوئے۔ مذکورہ طالب علم کے بارے میں پہلے ہی سے ان کی رائے خراب تھی کیونکہ مدرسہ میں بری عادتوں کی وجہ سے کافی بدنام تھا وہ اس قدر ڈھیٹ ہو چکا تھا کہ ایک بار مدرسہ کی انجمن کے لئے چندہ وصول کرنے گیا اور اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ۲۰ ہزار روپے وصول کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر روپیہ ملا تو اس نے پورے روپیہ کی ناولیں خرید ڈالیں اور ان کے پارسل

انجمن کے کتب خانہ کے نام روانہ کردئے ۔یہاں جب ذمہ داران مدرسہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بند ھے ہوئے بنڈل بازار میں بھجوادئے ۔اور انہیں ردی میں فروخت کر دیا۔

رات کے واقعہ کے بعد سارے واقعات ناظم صاحب کے ذہن میں آگئے ۔اس سے پہلے اس کو سمجھانے بجھانے کی ساری کوششیں ناکام ہوچکی تھیں۔انہوں نے سوچا کہ اب یہ لڑکا ناقابل اصلاح ہوچکا ہے اور مدرسہ کو مزید بدنامی سے بچانے کے لئے اس کا فوراً اخراج ہونا چاہیئے چنانچہ انہوں نے مدرسہ کے صدر مدرس کو خط لکھا۔کہ فلاں طالب علم نے یہاں آکر ہمارے مدرسہ کو سخت بدنام کیا ہے۔ان کے نام فوراً مدرسہ سے خارج کردئے جائیں۔

ادھر جو صاحب اس طالب علم کو لیکر بستی نظام الدین لے گئے تھے وہ پریشان ہوئے ان کی سمجھ میں آیا کہ مولانا الیاس صاحب سے یہ تمام بات کہہ دی جائے چنانچہ تنہائی میں حاضر ہوکر انہوں نے مولانا کو پورا واقعہ بتادیا۔مولانا نے کہا ٹھیک ہے فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ سب درست فرمادے گا۔

اس کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر جب شام کی مجلس ہوئی تو مولانا نے کاغذ قلم اور لفافہ منگوایا اور مدرسہ کے ناظم صاحب کو قریب بلاکر کہا کہ آپ کے مدرسہ کے صدر مدرس صاحب کے نام ایک خط میں املا کراتا ہوں اس کو لکھیے۔اس کے بعد انہیں کے ہاتھ سے اس مضمون کا خط لکھوایا کہ

"آپ کے مدرسہ سے کچھ لڑکے یہاں آئے۔میں ان سے بہت خوش ہوں۔وہ یہاں سے بہت کچھ لے کر جارہے ہیں میری خصوصی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔اور آپ سے گذارش ہے کہ آپ ان سے اعزاز واکرام کا معاملہ فرمائیں۔اس کے بعد ناظم صاحب سے کہا۔کہ آپ بھی اس پر اپنی تصدیق لکھیے۔ناظم صاحب نے خاموشی سے تصدیق لکھ دی۔اور اس کے بعد مولانا نے اپنے ہاتھ سے وہ خط لفافہ میں بند کر کے اپنے خاص آدمی کو دیا کہ جاؤ ڈاک میں ڈال آؤ"

اس واقعہ کا اتنا زبردست اثر ہوا کہ مدرسہ کا سب سے زیادہ شریر طالب علم وہاں کا سب سے زیادہ شریف اور سنجیدہ طالب علم بن گیا۔اور تبلیغ کا باقاعدہ رکن بن گیا۔لوگ اس سے پوچھتے کہ تمہاری زندگی میں اتنا زبردست تغیر کیسے ہوگیا۔تو وہ صرف ایک جملہ کہتا۔

"مولانا الیاس نے مجھے چھین لیا"

جس شخص کو مدرسہ کا علم اور ناظم کے اختیارات قابو میں نہیں لاسکے۔اس کو اخلاق کی طاقت نے مسخر کرلیا۔

اس طرح کے واقعات سے مولانا الیاس صاحب کی زندگی اور تبلیغی تحریک کی تاریخ بھری ہوئی ہے۔

دعا اور محبت اخلاق اور خیر خواہی نے ہزاروں قلوب کو جیتنے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تبلیغ کی زبان میں ایک عجیب تسخیری شان پیدا ہوگئی ہے۔ آپ تبلیغ کے کسی بھی جلسے میں شریک ہوکر اس کے مقررین کی تقریریں سنئے۔ آپ محسوس کریں گے کہ یہاں ایک ایسی زبان استعمال ہو رہی ہے جو ساری تحریکوں سے جدا ہے۔ اس زبان کے اجزا ہیں ۔۔ سادگی گھلاوٹ، حقیقت رسی فطرت سے قریب تر استدلال، روح کو مانوس کرنے والے انداز۔ دل کو چھیدنے والے کلمات، اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تبلیغ کے کارکن، ڈاکٹر اقبال کے الفاظ میں دل کی راہ سے چلتے ہیں۔

اس لئے خواہ ان کے یہاں عقلی ساز و سامان کم ہو مگر دل والی باتوں کی بہتات ہے۔ اور یہ اس کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔

پروگرام | مولانا الیاس صاحب نے اپنے کام کا جو ابتدائی خاکہ بنایا تھا اسے وہ چھ نکات کی شکل میں بیان کرتے ہیں:۔

۱۔ کلمۂ اسلام کو دلوں میں بٹھانا۔
۲۔ نماز کو اس کی حقیقی شکل میں قائم کرنا۔
۳۔ دین کا علم سیکھنا۔
۴۔ اکرام مسلم۔
۵۔ تفریغ وقت۔ یعنی دنیوی مشاغل سے اپنے وقت کو فارغ کرکے جماعت کی شکل میں باہر نکلنا۔
۶۔ تصحیح نیت اور اخلاص و احتساب

ان چھ نکات کو اگر مزید گھٹایا جائے تو اس کو تین پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کلمہ توحید، نماز اور تفریغ وقت بقیہ تینوں اجزاء دراصل ان ہی چیزوں کے تقاضے ہیں۔ جو ان کو صحیح طور پر اختیار کرنے کے بعد لازماً پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو الگ سے بیان کرنا محض وضاحت کے لئے ہے نہ کہ تعین کے لئے۔

مولانا الیاس صاحب کے اس دعوتی پروگرام کی تشریح مختلف الفاظ میں بیان کی جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ مولانا اس کو "حضورؐ کے طریقہ کو زندہ کرنے کی کوشش" کا نام دینا پسند کرتے تھے۔ اور اسی قسم کے الفاظ اور اصطلاحات ہیں اس کی اصل حیثیت میں ظاہر کرنے کے لئے موزوں ترین ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو جدید انداز میں ان کا محبوب ترین انداز ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو جدید انداز میں سوچتے ہیں اور جنہیں کسی بات کی صداقت کا اسی وقت پورا اطمینان ہوتا ہے جب وہ اس کی تعبیر نفسیاتی، عمرانی یا فلسفیانہ الفاظ میں سن لیں۔ ان کے ذوق کی رعایت سے بھی اس پروگرام کے بارے میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔

مولانا الیاس صاحب کی دعوت میں کلمۂ توحید کو اولین اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس بات کا یقین کہ خدا ہی اس کائنات کا مرجع و مولیٰ ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ شخص ہیں جن کے ذریعہ مکمل صداقت کا ظہور ہوا ہے۔ ایک شخص جب لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے تو گویا وہ اپنی اس اندرونی کیفیت کا اظہار کرتا ہے کہ اس سے اس یقین کی بنیاد قائم ہوتی ہے جو انسان کے جذبات اور امنگوں کا مرکز ہے اور وہی وہ ہستی ہے جس پر اس کو سارے معاملات میں بھروسہ اور اعتماد کرنا چاہیئے اور دوسری طرف یہ اعلان گویا اس بات کا اظہار ہے کہ آدمی اس احساس سے سرشار ہے کہ وہ زندگی کا راستہ پا چکا ہے اور اسے معلوم ہو چکا ہے کہ سچائی کا سرچشمہ کیا ہے جس کی رہنمائی میں اسے اپنا سفر جاری رکھنا چاہیئے

یہ یقین و اعتماد اور یہ شرح صدر ہی دراصل وہ چیز ہے جو سارے انقلابات کی بنیاد ہے۔ دنیا کے کسی بھی انقلاب کی تاریخ پڑھ لیجیئے آپ کو ملے گا اسی قسم کا احساس۔ خواہ وہ باعتبار حقیقت صحیح ہو یا غلط کچھ لوگوں میں پیدا ہو گیا تھا اور وہی بالآخر تحریک اور انقلاب کا سبب بنا۔ فرانس کا انقلاب کیمونزم کی کامیابی اور مختلف ملکوں میں قومی آزادی کی جدوجہد دراصل اسی قسم کے احساس کی بنیاد پر شروع ہوئی اور اسی کی بنیاد پر جیتی گئی۔ ابتداً ان میں سے کسی تحریک کے پاس نہ تو ہتھیار تھے اور نہ مال و دولت کی کثرت حتیٰ کہ آیندہ بننے والے نظام کا کوئی تفصیلی نقشہ بھی نہیں تھا۔ ان کا اول و آخر سرمایہ بس ایک تخیل تھا جو ان کے دل و دماغ میں بسا ہوا تھا۔ اور وہ یہ کہ ان پر سیاسی، معاشی یا قومی سچائی کا انکشاف ہوا ہے۔ اس احساس نے ان کے دل و دماغ میں آگ لگا دی۔ ان کی قوتوں کو مجتمع کیا۔ انہیں مستقبل سے بے پروا کر کے وقت کے خلاف کھڑا کر دیا اور انہیں ایک ایسی مجنونانہ جدوجہد میں لگا دیا جس کا آخری انجام کامیابی ہو سکتا تھا۔

یہ اس یقین کا انجام تھا جو صرف جزئی نوعیت کا تھا اور جس کو ہم صحیح بھی نہیں سمجھتے۔ پھر وہ یقین جو کلی صداقت کی بنیاد پر پیدا ہوا ہو اور جو فی الواقع صداقت ہو نہ کہ صرف غلط فہمی سے صداقت سمجھ لیا گیا ہو ایسی صداقت اگر دلوں میں اتر جائے اور ایسے دن کے لئے اگر جنون پیدا ہو جائے۔ تو اس کا کیا انجام ہو گا دوسری تحریکوں نے اگر کسی جغرافیائی خطہ یا زندگی کے کسی گوشہ کے لئے ذہن کو متحرک کیا ہے تو یہ عقیدہ سارے کرۂ ارض کے لئے انسان کو بے تاب کر دینے والا ہے۔ دوسری تحریکوں کے افراد اگر ملک و قوم کے نام پر توپوں کے دہانے کے آگے کھڑے ہو گئے تو وہ تحریک جس کے افراد مالک کائنات کے اعتماد پر اٹھے ہوں ان کے سیل رواں کو کون روک سکتا ہے۔ دوسری تحریک کے افراد اگر اپنے خود ساختہ تخیلات کی برتری سے لوگوں کو مرعوب کر سکتے تھے تو عالم کل اور خالق فطرت کے دیئے ہوئے تصورات میں جہاں گیری کی کیا طاقت ہو گی؟ (جاری ہے)

مولانا عبدالقیوم حقانی
فاضل و مدرس۔ دارالعلوم حقانیہ

پارچہ بافوں یعنی کپڑا بننے والے
ارباب علم و فضل کا تذکرہ

علامہ سمعانیؒ سے ایک ملاقات

کئی دنوں سے دل بے چین تھا، اور اب بے چینی اضطراب کی حد تک بڑھ رہی تھی۔ علامہ عبدالکریم سمعانیؒ سے ملاقات اور مذاکرات، مبارک مجالس اور ان کے علمی و روحانی اور تاریخی ارشادات، پُر کیف اور ایمان افروز فیوضات کب بھولنے کے تھے۔ جب یاد آئے تو شوقِ دید اور جذبِ ملاقات ساتھ لائے۔ مگر یہاں کے مشاغل کثرتِ کار، تدریسی انہماک، تصنیفی ذمہ داریاں اور تبلیغی فرائض کے پیشِ نظر وقت کو قلت اور تنگ دامنی کی شکایت رہی۔ گذشتہ چار صحبتوں میں علامہ سمعانیؒ کو جس حال اور جمال میں دیکھا تھا قدرت کی بخشی ہوئی فطرت اور انفعالی طبیعت اس کا بہت کچھ اثر قبول کر چکی تھی، یارائے سخن نہیں اور نہ وسعتِ صحراء اس کی متحمل ہے۔ ورنہ دلِ از خود رفتہ کی عاشقانہ سرمستیوں کا ایک دنیا نظارہ کرتی ؎

وسعتِ دل ہے بہت وسعتِ صحرا کم ہے
اس لئے مجھ کو تڑپنے کی تمنا کم ہے

سب کچھ ممکن نہ سہی، بہت کچھ آشکارا بھی ہو گیا ہے ؎

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

ماہنامہ الحق اور بعض دیگر ملکی رسائل کے علاوہ مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم نے بھی کوچۂ محبوب میں ہماری رسوائیوں کو دنیا کے اعماق و آفاق (گہرائیوں اور گیرائیوں) میں پھیلانے کو ایک کارِ خیر اور موجبِ سعادت سمجھا[1] جب ایسی حالت سے ابو عبداللہ محمد بن سعید البوصیریؒ (متوفی ۶۹۶ھ) دوچار

---

[1] ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر ۱۹۸۵ء کے شماروں میں اب تک علامہ سمعانیؒ سے ملاقات کی چار قسطیں شائع ہو چکی ہیں۔

ہوئے تو ان کی چیخ نکلی اور پکار اٹھے ؎

عَدَتْكَ حَالِي وَلَا سِرِّي بِمُسْتَتِرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِي بِمُنْحَسِمِ

ترجمہ :- میرے حال سے تم آگاہ ہو چکے ہو اور اب تو میرا راز الفت پوشیدہ نہیں رہ سکے گا۔ (اور پھر خوب رسوائی ہو گی لیکن کروں تو کیا کروں) میری بیماری تو وہ بیماری ہے جس کا علاج ہی ممکن نہیں ؎

مریض عشق پہ رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور اب یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اس بازار میں میں تنہا نہیں جن احباب نے گذشتہ تین چار صحبتوں کا لطف اٹھایا ہے۔ وہ بھی دل دے بیٹھے ہیں۔ ملک و بیرون ملک سے قارئین کے خطوط سے بہت سے رقیبوں کی حالت زار بھی معلوم ہو گئی ہے۔ بقول بہادر شاہ ظفر کے ؎

اک میں نہیں وصل کا خواہاں ظفر اس کے
ہیں اور بھی پھرتے اسی تدبیر میں دو تین

مگر یہاں تو سینکڑوں پیدا ہو گئے ، اور کیوں نہ ہوں ؟ جہاں حسن حقیقی ہو، مصنوعی آلائشوں سے پاک ہو فطرت اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ زلفیں سنوارتی ہو ، جمال اور جلوۂ جاناں کا یہ عالم ہو کہ ؎

چھپ کے بیٹھے بھی جو پھر سے کو چھپائے نہ بنے

وہاں کون ایسا بدنصیب ہو گا جو زلف محبت کی اسارت سے جی چرائے گا ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ کی گیارہویں تاریخ ہے۔ جمعرات کی مبارک ساعت ہے۔ دل بیقرار نے طویل فراق کے بعد پھر سے بحمد للہ کوئے محبوب "الانساب" میں پہنچا دیا ہے۔[۱] فرط مسرت اور وفور جذبات سے لبریز دل آتش انگیز کیلئے وصال کی یہ گھڑی قرار کا پیغام لائی۔ مگر نگاہ اشکبار اور چشم اشک ریز نے داستان جدائی صدمۂ فراق اور حال دل اسی لمحے زبان حال بن کر سنا دیا ؎

نَعَمْ سَرَى طَيْفُ مَنْ أَهْوَى فَأَرَّقَنِي
وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْأَلَمِ

---

[۱] کتاب الانساب ورق نمبر ۵۵۸ ، ۵۵۹

ترجمہ :- ہاں سچ ہے کہ مجھے اپنے محبوب کا خیال آگیا ہے اس لئے میری نیند اڑ گئی ہے۔ چشم اشکبار اور دل بے قرار ہو گیا ہے۔ درحقیقت محبت عیش و آرام اور لذتوں کو درد و الم سے بدل دیتی ہے۔

کچھ ایسے ہی حسرت و ارمان سے معمور اور اشتیاقِ دید سے بھرپور جذبات لیکر حسبِ معمول علامہ عبدالکریم سمعانیؒ کی مجلسِ علم و افادہ میں حاضر ہوا، موصوف نے حسبِ سابق پوری توجہ فرمائی ان کی کمال شفقت اور وفورِ عنایت سے غم کافور ہوا، جذبات دب گئے، شعور بیدار ہوا، جوش ہوش میں ڈھل گیا۔ اب دل کی آنکھیں بھی کھل چکی تھیں دائیں جانب نظر پڑی تو ایک بڑا کتبہ آویزاں تھا جس کی پہلی سطر پر "باب السنون والسین"۔ تحریر تھا اس کے نیچے دو سطر چھوڑ کر چوتھی سطر پر جلی حروف میں موٹی قلم کے ساتھ "النسّاج" لکھا ہوا تھا۔

جب حجاب ختم ہوا اور مجھے مجلس سے موانست حاصل ہو گئی تو بڑے دلنواز اور مشفقانہ لہجے میں لفظ نسّاج کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہماری آج کی مجلس کے انعقاد کی غرض اور آج کی گفتگو کا موضوع لفظ نسّاج کی تحقیق اور نسّاجی کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے اربابِ علم و فضل کا تذکرہ و تبصرہ اور علومِ نبوت کی میراث پانے والے نساجیوں کے علمی و روحانی مراتب اور ان کے دینی و ملّی خدمات کا جائزہ لینا ہے۔

نسّاج عربی کا لفظ ہے، اسے نون کی زبر، سین مہملہ کی تشدید اور آخر پہ جیم کے سکون کے ساتھ نسّاج پڑھا جاتا ہے۔ نَسْجٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ کپڑا بننے کے آتے ہیں۔ عربی میں کپڑا بننے اور آراستہ کرنے والے کو نسّاج کہتے ہیں۔ علامہ سمعانیؒ نے ارشاد فرمایا :

اِشْتَھَرَ بِھٰذِہٖ النِّسْبَۃِ ۔ جَمَاعَۃٌ یَنْتَسِبُوْنَ اِلیٰ نَسْجِ الثِّیَابِ۔ (الانساب ص ۵۵۸)

علماء کی ایک جماعت اسی لقب (نسّاج) سے مشہور ہوئی اور وہ کپڑا بننے والوں کی طرف منسوب ہونے لگی۔

یہ بھی کہ انہوں نے تحصیل و اشاعتِ علم اور تدریس و تبلیغ کے ساتھ ساتھ رزقِ حلال اور قوتِ لایموت کیلئے کپڑا بننے اور اسکی آرائش کرنے کا کاروبار شروع کر دیا تھا۔

ائمہ وقت، محدثِ زمان، مفسرِ قرآن، شیخِ وقت اور مخدومِ خلائق ہونے کے باوجود انہوں نے عقیدتمندوں کے ہدایا، محبین کے تحائف اور نذرانوں پر اپنے ہاتھوں کی کمائی کو ترجیح دی۔ دولت مندی، جاہ و منصب کی طلب اور مرجع خلائق بننے کی بجائے فقر و درویشی اور خدمت و عبادت کی راہ اختیار کی اور راجع الی اللہ ہوئے علم و عمل اور بلند روحانی مقامات پر فائز ہونے کے باوجود ان کی زندگی کے کسی ایک زاویہ کسی ایک گوشہ اور کسی

ایک ادا میں بھی مشیخت و مخدومیت کی بو نہیں پائی جاتی تھی۔

جہاں علم اور خدمتِ دین کے اعلیٰ اور بلند ترین مقامات اور عظیم درجات حاصل کئے وہاں کپڑا بننے کے کاروبار میں بھی اسوۂ نبویؐ کے مطابق اپنے ہاتھوں سے رزق حلال کمایا اور تجارت کا پیشہ اختیار کیا، اس میں اللہ تعالیٰ نے بے انتہا خیر و برکت اور وسعت ڈالی، مگر اس کے باوجود ان کی تواضع، سادگی، جذبۂ خدمتِ دین و اشاعتِ علم میں کوئی فرق نہ آنے پایا، اپنے تلامذہ تو کجا، عام خادموں کو بھی تعظیم سے خطاب کرتے، سینکڑوں خدام، عشاق، تلامذہ اور مریدانِ باصفا موجود رہتے مگر اس کے باوجود وہ اپنے ہاتھ سے سب کام کرتے، جھاڑو دیتے، پانی بھرتے، لکڑی کاٹ کر لاتے، گاڑھتے، میٹریل تیار کرتے، اور کپڑے کا تانا بنتے، کھانا کھانے میں بھی خادموں کے ساتھ اور اگر گھر میں ہوتے تو اہلِ خانہ کے ساتھ برابر کے شریک رہتے اور کوشش کرتے کہ سب کام ان کے اپنے ہاتھوں سے انجام پائیں۔

علامہ سمعانیؒ نے کپڑا بننے والے ائمہ اور علماء کبار کے تذکرہ میں سرفہرست علامہ ابوحمزہ مجمع بن سمعان النسّاج کا ذکر کیا ہے جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، عارف اور عالی ہمت بزرگ تھے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و تقویٰ کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ وہاں ان کا دل، استغناء، قناعت، صبر و توکل اور اخلاص و للّٰہیت کے نور سے بھی معمور تھا، تانے بانے کی زندگی میں رہ کر زندگی بھر علم دین کی چادریں بنتے رہے، محنت و مشقت اور ریاضتِ شاقہ سے جسدِ اسلام کے حُلّے اور پیراہن تیار کرتے رہے۔ اپنے زمانہ کے نیکوکار، پرہیزگار اور عبّاد و زہّاد لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اپنے کریمانہ اخلاق، محاسن و اوصاف، بزرگی، علم و حلم، سخاوت اور جذبۂ تبلیغ و اشاعت اور دوسرے فضائل میں بے نظیر تھے۔

آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں محدّث ابوصالح کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کی علمی قدر و منزلت اور ثقاہت کیلئے یہ بات کافی ہے کہ علامہ سفیان بن عیینہ جیسے عظیم محدّث کو آپ سے شرفِ تلمذ پر ناز و افتخار ہے۔ ان کی زندگی کا اصل جوہر جس نے انہیں اپنے اقران میں ممتاز مقام بخشا اور آج انہیں امت کیلئے نجم ہدایت ہونے کی عظمتیں حاصل ہیں وہ یہ تھا کہ تحصیل و تدریس علم، خدمت و اطاعت اور ذوقِ عبادت کے ساتھ ساتھ روزمرّہ کی زندگی اور عبادات میں بھی، اتباعِ سنت، تقویٰ اور ہمیشہ عزیمت پر ان کا عمل تھا۔

ابومحمد جرثومہ بن عبداللہ نسّاج، اپنے وقت کے علماء راس[illegible] اور اولیاء کاملین سے تھے، دنیا طلبی سے دل برداشتہ تھے۔ خدا طلبی کی راہ اختیار کر چکے تھے۔ دن ان کے اشاعت و خدمتِ دین کے جذبہ سے معمور اور رات ان کی یادِ خدا سے پرنور تھی۔ زندگی بھر مخلوق کے سامنے جبیں سائی نہیں کی، صرف

اللہ کے حضور جبین نیاز جھکاتے رہے۔ اپنے رزق حلال کی کمائی پہ خوش ہوتے۔ اسی غرض سے نساجی یعنی کپڑا بننے کا کام اختیار کئے ہوئے تھے۔ بصرہ کے رہنے والے ہیں تابعین سے ہیں انہیں اپنے زمانے کے علماء اور ائمہ میں بھی ممتاز مقام حاصل تھا۔ صحابہؓ میں حضرت انسؓ کی ملاقات سے مشرف ہوئے ہیں، بہت بڑے محدث تھے علم حدیث ان کا خاص اور محبوب مشغلہ رہا۔ علماء کے نزدیک ثقہ اور معتبر ہیں۔

حضرت بردثومہ بہت بڑے متقی، کامل العلم، بزرگ ہیں ان کا ظاہر و باطن اتباع سنت سے آراستہ اور ان کی ساری زندگی اور تمام اوقات سنن و مستحبات سے معمور ہیں۔

کپڑے کا تانا بننا، گذر اوقات کیلئے اختیار کیا تھا، ہمیشہ فقر و فاقہ پر قانع رہے، دنیا کی بوجھی اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ ان کے علمی کارنامے، علم حدیث کی خدمت و اشاعت اور اسلامی تعلیمات کی ترویج میں ان کی ریاضت و استقامت، تعلیم و تدریس اور دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کیلئے قابل رشک ہے۔

آپ کے اساتذہ میں امام حسن بصری، علامہ ثابت بکری، اور علامہ عبداللہ مزنی زیادہ مشہور ہیں جن سے آپ نے علم حدیث کی تحصیل اور تکمیل کی ہے۔ آپ کے تلامذہ میں موسیٰ بن اسمعیل، بیوذکی، حماد بن زید، علی بن عثمان واقفی جیسے جلیل القدر محدثین، ائمہ فن کا تذکرہ ملتا ہے جو آپ کی محدثانہ عظمت اور علمی جلالت قدر کی کافی شہادت ہے۔

دراصل علامہ سمعانیؒ نے نساجیوں یعنی کپڑا بننے والوں کی اس فہرست میں جن اکابر علماء اور اسلاف امت کے نام گنوائے سب ایک سے ایک بڑھ کر تھے۔ سب مقبولان ازلی تھے جن کو فیاض ازل کی طرف سے ایسی استعداد و قابلیت اور صلاحیت نصیب ہوئی تھی کہ ان کا ہر قال، ہر حال اور زندگی کا ہر لمحہ علم و اشاعت دین کی عظمت کا آئینہ دار تھا۔ اپنے دوستوں، رفیقوں اور ہر قسم کے ماحول اور سوسائٹی میں جہاں جاتے علم دین کی عظمت اجاگر کرتے۔ ان کے وجود علوم نبوت کے چلتے پھرتے مدرسے تھے۔ جو بھی ان سے مس ہوتا یا انہیں دیکھ لیتا۔ اس کی زندگی میں ایک نیا علمی ولولہ اور اسلامی و روحانی انقلاب آجاتا۔

آج کی مجلس میں علامہ سمعانیؒ موج میں تھے اور طبیعت پورے نشاط پہ تھی۔ نساجیوں یعنی کپڑا بننے والے اکابر علماء اور ائمہ سلف کا تذکرہ کر رہے تھے۔ سامعین و ناظرین ہمہ تن گوش تھے اسلاف کی تاریخ سب کیلئے دعوت عمل تھی اور ان کا کردار زبان حال بن کر سب کو پکار رہا تھا ۔

آغشتہ ایم ہر سر خارے بہ خون دل

قانون باغبانیٔ صحرا نوشتہ ایم

تیسرے نمبر پہ علامہ سمعانیؒ نے امام ابوالقاسم بکر بن یحییٰ نساج کا تذکرہ کیا۔ علامہ ابوالقاسم نساج شہر

واسط کے رہنے والے تھے۔ وہیں حدیث کی روایت کرتے رہے۔ آپ کا علمی شہرہ اور محدثانہ جلالتِ قدر اپنے زمانہ میں مسلّم تھی، علمی تبحر، صلابتِ فکر، محققانہ اور شگفتہ اندازِ تدریس کی وجہ سے طالبانِ علومِ نبوت کے مرجع قرار پائے، ان کی تقریر میں غیر معمولی تاثیر اور علمی گہرائی پائی جاتی تھی، ان کا مطالعہ وسیع، نگاہ عمیق، اور ذہن کھلا ہوا تھا۔ تحصیلِ علم، تدریس و اشاعتِ دین کے خارزار میں سفر کی صعوبتوں کو خندہ جبینی اور ہنس مکھ برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ نساجی یعنی کپڑا بُننے کا کاروبار کر کے اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کمانے کے عادی ہو گئے تھے علمِ حدیث کی تدریس ان کا خاص موضوع اور زندگی کا محبوب ترین شغل رہا۔ ان کے تلامذۂ حدیث میں حافظ ابونعیم، احمد بن عبداللہ اور قاضی ابوالعلاء جیسے اکابر اور رجالِ علم کا نام سرِفہرست ہے جس سے علامہ ابوالقاسم کی محدثانہ شان اور علمی قدر و منزلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

نساجیوں کی اس فہرست میں علامہ سمعانیؒ نے علامہ ابوالحسن خیر بن عبداللہ کا چوتھے نمبر پر تذکرہ فرمایا۔ موصوف عابد، زاہد اور اولیاء کاملین میں سے تھے۔ مناقب عرفانی اور مدارج روحانی پر فائز تھے، علم و فضل اور تفقہ و سلوک میں بلند پایہ تھے۔ نساجی یعنی کپڑا بُننا رزقِ حلال کا ذریعہ تھا تدریس و اشاعتِ علم اور خدمتِ دین زندگی بھر کا شعار رہا۔ فقیری میں شاہی شان رکھتے تھے۔ اخلاق کے معلّم اور روحانیت کے یکتا تھے۔ "الصوفی" کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کا محبوب مشغلہ علمِ دین کی خدمت و اشاعت، ذکر و فکر اور تزکیہ و تصوّف تھا۔ سُرّ من رأےٰ کے رہنے والے تھے بغداد تشریف لائے تو پھر یہیں کے ہو کر رہے۔ آپ مدتوں اکابر علماء و مشائخ اور اپنے زمانہ کے مشہور ولی اور شیخ کامل شیخ ابوحمزہ محمد بن ابراہیم صوفی کی مجلس و معیت اور صحبت میں رہے اور ان کی خدمت و قربت کو وسیلۂ فیض سمجھا۔ یہ آپ ہی کی طلبِ صادق اور شیخ کامل کے فیضِ صحبت کی برکت تھی کہ آپ پر دنیا کا ہوش و فرزانگی کی بجائے فکرِ آخرت، تزکیۂ و تصوف اور اشاعتِ علم و تبلیغِ دین کی مستی اور دیوانگی غالب رہی۔

آپ کی مجلس و صحبت اکسیر بن گئی تھی وہ دل جو معصیت کی نحوست، گناہوں کی نجاست، سوسائٹی کی بے مہری، قانون کی سنگدلی اور زندگی کی محرومیوں سے پتھر کی طرح سخت ہو گئے تھے۔ آپ کی نگاہِ شفقت کی دلنوازیوں سے پگھلنے لگتے۔ آپ کی معمولی سی توجہ اور ایک نگاہِ الفت، متوحش اور باغی روحوں کو خرید لیا کرتی تھی۔ مشہور صوفی اور صاحبِ حال بزرگ ابراہیم خواص اور ابوبکر شبلی نے بھی آپ کی صحبتیں حاصل کیں اور بہت کچھ حاصل کیا۔ علامہ عبدالکریم سمعانیؒ نے ارشاد فرمایا:

وللصوفیہ عنہ حکایات غریبۃ وامور مستظرفۃ عجیبۃ۔	حضراتِ صوفیہ کے ہاں آپ کے متعلق خوارق و کرامات کے عجیب و غریب اور نادر واقعات مشہور ہیں۔

موصوف کی علمی فضیلت ، روحانی قدر و منزلت ، بلند رتبہ اور عظمتِ مقام کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کے حلقہ سے ابراہیم خواص اور شبلی جیسے نادرۂ روزگار شخصیتیں نکلی ہیں وہی خوش نصیب رہا جسے آپ کی صحبت میں چند ساعتیں حاصل ہوئیں ؎

یہ بزم مئے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

اس کے بعد علامہ سمعانیؒ نے ابو منصور مقرّب بن حسن نسّاج کا اجمالی تذکرہ سنایا۔ موصوف بغداد کے رہنے والے تھے ، اکابر علماء اور ائمہ حدیث سے تحصیلِ علم کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے اساتذۂ حدیث میں ابو یعلیٰ محمد بن حسین فراء ابو الحسن محمد بن علی اور ابو جعفر محمد بن احمد زیادہ مشہور ہیں ۔ نسّاجی یعنی کپڑا بننے کے کاروبار کی وجہ سے نسّاج کے لقب سے مشہور ہوئے مقبول اور ثقہ محدث تھے طالبانِ علومِ نبوت کے مرجع قرار پائے خود علامہ سمعانیؒ نے بھی اعتراف کیا ہے کہ وَحَدَّثُونَا عَنْهُ یعنی دیگر علماء کے واسطے سے علامہ ابو منصور کی روایات ان تک پہنچی ہیں ۔ نیز اکابر علماء ، اربابِ علم و فضل ، اساتذۂ حدیث اور مشائخ نے ان کی ثقاہت ، خدمت و اشاعتِ علم اور ان کی دینی خدمات و مساعی کی بڑی تعریف اور توصیف کی ہے ۔ بڑے پارسا ، متقی پرہیزگار و رخدا رسیدہ انسان تھے ۔

آپ کے صاحبزادے احمد بن مقرب نسّاج بھی اپنے والدِ نامدار کی طرح نادرۂ روزگار علمی اور روحانی شخصیت تھے ۔ علامہ سمعانیؒ فرماتے ہیں :

كَانَ شَيْخاً صَالِحاً فَقِيهاً ۔ بزرگ ، صالح ، باخدا عالم اور فقیہ تھے ۔

نسّاجیوں یعنی کپڑا بننے کا کاروبار کرنے والے اربابِ علم و فضل کے تذکرہ کی فہرست کے آخر میں علامہ سمعانیؒ نے ابو الخطاب نصیر بن احمد قاری کا ذکر فرمایا جو قرآن کے قاری ، علومِ نبوت کے حافظ اپنے وقت کے جلیل القدر محدث اور کاروباری لحاظ سے حائک اور نسّاج یعنی کپڑا بننے کا کاروبار کرنے والے تھے ان کی علمی عظمت اور محدثانہ جلالت قدر کیلئے اتنا کافی ہے کہ خود علامہ سمعانیؒ نے ان سے شرفِ تلمذ کو ناز و افتخار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا :

وسمعت منه احاديث ۔ مجھے بھی ان سے سماعِ حدیث کا شرف حاصل رہا ۔

مجلس اختتام کو پہنچی جو نسّاجیوں یعنی کپڑا بننے کا کاروبار کرنے والے اربابِ علم و فضل کے تذکرے و تبصرے پر مشتمل تھی جس میں عبرت و موعظت کے کئی پہلو اور نصح و خیر خواہی کے کئی عنوان اور مضامین حاصل ہوئے ... نالائقی اور نااہلی کے اعتراف کے ساتھ جو کچھ بھی سمجھ میں آتا رہا اور حاصل کر کے محفوظ کیا جا سکا ۔ وہی چند ٹوٹے پھوٹے جملوں

اور بے تعصب کی تحریری صورت میں ناظرین کے پیش خدمت ہے۔

نساجی کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے ائمہ سلف، اکابر علماء، محدثین عظام، صوفیاء کرام، فقہاء ملت اور رہنمایانِ امت کے اس مختصر تذکرہ کے پس منظر میں ان کی روحیں آج پھر تڑپ تڑپ کر پکار رہی ہیں

اُنہیں   جو علومِ نبوت کی تحصیل میں کوشاں ہیں۔

اُنہیں   جو علومِ نبوت کی دولت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔

اُنہیں   جو زندگی میں کچھ کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اُنہیں   جو دنیا کو جہالت کی ظلمتوں سے نجات دلانے اور علم کی روشنی پھیلانے کا جذبہ رکھتے ہیں۔

اُنہیں   جو اصلاحِ انقلابِ امت کے حوصلے اور عزائم سے سرشار ہیں ؎

بے کوشش و بے جہد ثمر کس کو ملا ہے   بے غوطہ زنی گنج گہر کس کو ملا ہے
بے خاک کے چھانے ہوئے زر کس کو ملا ہے   بے جور کشی تاجِ ظفر کس کو ملا ہے

جو رتبہ بالا کے سزاوار ہوئے ہیں
وہ پہلے مصیبت کے طلبگار ہوئے ہیں

■

آخری قسط

از ڈاکٹر حافظ عبدالغفور صاحب۔ اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ دینیات اسلامیہ کالج۔ پشاور یونیورسٹی

حضرت اخوند رویزہ
کا
علمی و روحانی مقام

پختون خواہ کی تاریخ میں مذہبی اور علمی اعتبار سے حضرت اخوند رویزہ (المتوفی ۱۰۴۸ھ) خوشحال خان خٹک (المتوفی ۱۱۰۱ھ) اور حضرت میاں محمد عمر چمکنی (المتوفی ۱۱۹۰ھ) کو زیادہ عزت اور شہرت حاصل ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نقطہ نظر اور دائرہ کا اندر نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

حضرت اخوند رویزہ اپنے زمانے کے جید عالم دین تھے۔ آپ کا حافظہ انتہائی قوی تھا۔ اور بچپن ہی سے آپ میں علم دین کے حصول کا شوق تھا۔ آپ نے قرآن پاک ایک سال میں مکمل حفظ کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ علم دین کی چند اہم کتابیں بھی پڑھتے رہے[1]

آپ کا علمی مقام آپ کی تصانیف سے بالکل واضح اور صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور یقینی طور سے کہا جاتا ہے کہ آپ نے علم دین کو سیکھا تھا۔ آپ کو علم فقہ اور حدیث کی عبارات تک زبانی یاد تھیں۔ "شرح عقائد" علم کلام کی ایک مشکل ترین کتاب ہے۔ آپ کو اس پر کافی عبور حاصل تھا۔ سید تقویم الحق کاکاخیل نے لکھا ہے حضرت اخوند رویزہ ہمیشہ اپنے پیر و مرشد سید علی ترمذی کے ساتھ مباحثوں کے دوران پھرتے۔ جہاں بھی بحث پیش آتی مسئلہ حضرت اخوند رویزہ بیان فرماتے۔ اور کتاب سے سیاق و سباق کا حوالہ دیتے۔ اور نام حضرت سید علی ترمذی کا ہوتا[2]

آپ نے اپنے مخالف بایزید انصاری کے علاوہ دیگر لوگوں سے بھی بحث و مباحثے کئے۔ اور ان میں کامیابیاں حاصل کیں۔ ان تمام حالات کو آپ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف تذکرۃ الابرار والاشرار میں پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے[3]

---

[1] تذکرۃ الابرار والاشرار صفحہ ۱۲ [2] د دین ستنے مقالہ اولیائے کرام صفحہ ۱۷۷ از تقویم الحق کاکاخیل [3] تذکرۃ الابرار والاشرار صفحہ ۱۶۴۔

آپ کے اساتذہ نے صرف آپ کو علم دین نہیں سکھایا بلکہ دین الٰہی کی محبت سے بھی آپ کو سرشار رکھا اور آپ کے دل میں ہر چھوٹے بڑے مسئلے کی اتنی محبت اور وقعت تھی کہ آپ نے ہمیشہ ان کو یاد رکھا اور لوگوں تک بغیر کسی خوف و ڈر کے پہنچایا۔ آپ علم کے ساتھ ساتھ عالم باعمل بھی تھے۔ یہاں تک کہ جو مسئلہ یا جو بات آپ اپنے کسی بزرگ میں از روئے شرع خلاف دیکھتے تو آپ اس کو بھی تبلیغ کرتے اور خود بھی عمل پیرا رہتے۔[۱]

حضرت اخوند درویزہ صاحب قلم اور صاحب علم انسان تھے۔ ان کا مرتبہ مصلح اور مجدد سے کم نہ تھا۔ آپ کے سامنے اسلام کے بنیادی عقائد کے متعلق جو بات بھی غلط سامنے آتی اپنا دینی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے اس کے خلاف قلم و لسان سے کام لیتے۔[۲]

آپ کی سب سے بڑی جدوجہد یہ تھی کہ افغانوں سے جہالت دور ہو۔ ان میں علم کی روشنی عام ہو۔ کیونکہ تمام خوبیوں کا سرچشمہ علم ہے اور بغیر علم کے مادی اور روحانی ترقیوں کے دروازے انسان پر نہیں کھل سکتے جو لوگ علم کو حجاب اکبر کہتے ہیں۔ وہ ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ قول صحیح ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے یہ دعا نہ فرماتے:۔

"ربّ زدنی علما"[۳] اے اللہ میرے علم کو بڑھا۔

چنانچہ آپ نے اس علم کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے اور گمراہی و الحاد کو دیکھتے ہوئے اسلامی علوم کے پھیلانے کا فیصلہ کیا اور شب و روز اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ کیونکہ آپ جب بھی ایک افغان کو سمجھاتے تو بعد دوسرا کوئی اس کو گمراہی کے لئے پہنچ جاتا۔

تبلیغی خدمات اسی طرح تبلیغی نقطہ نظر سے صوبہ سرحد کے صوفیائے کرام میں حضرت اخوند درویزہ کا وہی مقام ہے۔ جو برصغیر پاک و ہند میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (المتوفی ۶۳۳ھ) اور سید ابو علی ہجویری (متوفی ۴۵۶ھ) کا ہے۔ حضرت اخوند درویزہ نے اپنے طور پر اور اپنے پیر و مرشد کے حکم سے دشمنانِ اسلام کے خلاف بہت مقابلہ کیا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ آپ نے شدتِ دینی کی وجہ سے ان لوگوں کے خلاف کافی لعن طعن کی۔ جو ان سے ذرا بھی اختلاف رکھتے تھے۔ مگر ان کی بشری کمزوری تھی۔ تاہم آپ کی خلوصِ نیت پر کوئی حرف نہیں لایا جا سکتا۔ آپ نے افغانوں سے بدعات دور کرنے، علم کو عام کرنے اور طریقت کو شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کرنے اور روحانی مطلق الن

---

[۱] دربین سننے مقالہ اولیائے کرام ص ۷۷، ۷۵ [۲] رود کوثر ص ۲۶۸/۲۶۹ [۳] تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۲۷۹

کو دور کرنے میں آپ کی زبان اور قلم کا بڑا حصہ ہے۔

حضرت اخوند درویزہ نے اپنے طور پر اور اپنے پیر و مرشد کے حکم سے دشمنانِ اسلام کے خلاف بہت مقابلہ لیا تو آپ کی علمی صلاحیت اور تبلیغی جذبۂ محبت کی وجہ سے حضرت پیر بابا نے آپ کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیا۔ آپ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس سلسلے میں ایک طویل سفر اختیار کیا۔

" پس بنا بہ امر شیخ از وطن و مکان خویش پیوند بریدم و اطراف عالم او نہادم "[1]

ترجمہ: پس اپنے شیخ حضرت پیر بابا کے حکم سے مختلف ممالک اور اطراف کی روانہ ہوا۔

چنانچہ آپ نے تبلیغ اسلام اور اشاعتِ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مناہی بدعات و رسومات میں۔ اور اسی اثنا میں آپ علماء و صلحاء سے بھی استفادہ کرتے گئے۔ اور تبلیغ کرتے کرتے آپ "قاشقار" پہنچے[2] اس تبلیغ اور وعظ و نصیحت میں آپ کے پیر و مرشد کا بھی کافی ہاتھ تھا۔ بعض مقامات پر تو آپ کے پیر و مرشد بھی آپ کے ہمراہ جا کر لوگوں کی ظاہری و باطنی اصلاح فرماتے۔

حضرت اخوند درویزہ فرماتے ہیں:-

" اگر دوران حضرت شیخنا ظہور نمودے۔ معلوم نیست کہ فردے از افراد ایں مردم مسلمان ماندے"[2]

ترجمہ: اگر اس جگہ ہمارے شیخ (پیر بابا) نہ ہوتے تو معلوم نہیں کہ ان افراد میں سے کوئی بھی مسلمان ہوتا۔

آپ نے ان تمام جماعتوں، بے پیر پیروں، بے عمل علماء اور بدعتی مشائخ کے خلاف قدم اٹھایا۔ اور ان کو تبلیغ کرتے رہے۔ اور جو کوئی آپ کی تبلیغ سے باز نہ آتا تو آپ ان منکرین کے خلاف جہاد بالقلم اور جہاد باللسان آخر دم تک جاری رکھتے۔ آپ نے ان گمراہیوں اور کوتاہیوں کا ایک سبب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ صوفیائے خام اور طریقت کی غلط ترجمانی کی وجہ بھی ہے[3]

ان تمام واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصول علم کے بعد آپ نے سچائی کو اپنایا۔ اور سچائی کی تبلیغ کی۔ جس کی وجہ سے آپ کے دشمن بہت زیادہ ہو گئے۔ اور افغانان میں جہاں کوئی بھی بدعات اور غلط عقائد کا اظہار کرتا تو انہیں لوگ حضرت اخوند درویزہ اور حضرت پیر بابا کی طرف متوجہ کرتے۔ اور انہی کے فیصلوں کا انتظار کرتے اور انہی کے فتووں کو لوگ اپناتے[4]

حضرت اخوند درویزہ ایک آتش بیان خطیب، اثر انگیز مقرر و مؤلف اور نہایت سخت گیر محتسب تھے۔

---

[1] تذکرۃ الابرار و الاشرار ص ۱۲۶ [2] ایضاً ص ۱۳۲ [3] ارشاد المریدین ص ۴

[4] بایزید روبنان ص ۸۵۔ از قیام الدین خادم۔

پشتو، فارسی اور عربی میں تقریر کیا کرتے تھے۔ شعر کہتے تھے اور تبلیغ کرتے تھے۔

افغان انہیں "بابا" کہتے تھے[۱] آپ اہلسنت والجماعت کے علمبردار تھے۔ اور حنفی مسلک کا پرچار کرتے تھے۔ آپ نے ملاحدہ، قرامطہ، باطنیہ، فرقہ اثنا عشریہ، جبریہ، قدریہ اور روافض کی تکذیب کی ان کے عقائد کو باطل ٹھہرایا۔ اور لوگوں کو غلط نظریات سے بچانے کی تلقین کی۔ اور ان عقائد باطلہ کو [illegible] اسلام کے لئے ایک خطرۂ عظیم سمجھا۔ آپ نے اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار کے آخر میں صفحہ ۱۵۹ سے کہ آخر تک ۸۰ سے زائد ان باطل عقائد کے معتقدین کو تبلیغ کرنے اور انہیں راہِ راست پر لانے کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

سلوک و تصوف میں آپ کا مسلک | سلوک و تصوف میں مجاہدات و ریاضیات کے ذریعے تزکیۂ باطن کی پیہم و مسلسل سعی کی جاتی ہے۔ اور اس میں درجہ کمال حاصل کرنے کے لئے ظاہری طور پر بھی کسی کامل رہبر کی پیروی میں بزرگانِ دین کے وضع کردہ طریقوں کے مطابق باقاعدہ اور منظم جدوجہد کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔[۲]

لہٰذا آپ نے اس مقصد کے حصول کے لئے سلوک و طریقت کے مروجہ طرق میں سے طریقۂ چشتیہ اختیار فرمایا۔ اگرچہ آپ کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ چشتیہ سے تھا۔ مگر آپ طریقہ سہروردیہ اور طریقہ قادریہ میں بھی ماذون تھے[۳]

حضرت اخوند درویزہ کو اپنے پیر و مرشد حضرت پیر بابا نے تصوف کو غلط طریقے سے اختیار کرکے کہ [illegible] تک پہنچنے سے سمجھا رکھا تھا۔ کہ اس راستے میں لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق غلط عقیدہ رکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ پس آپ علم و سلوک دونوں پر پوری مہارت رکھتے تھے۔ اور آپ اپنے علم اور تجربے کی بنیاد پر اس نتیجے تک جا پہنچے تھے۔ کہ بغیر پیر و مرشد کی رہنمائی کے انسان غلط طریقے سے وحدت الوجود تک جا پہنچتا ہے۔ اور جس چیز کو یہ "ذات باری" تصور کرتے ہیں۔ اس تک رسائی صرف رہبر کامل ہی کرسکتا ہے۔ لہٰذا آپ نے نظریۂ وحدت الوجود کے ماننے والوں کا رد کرکے نظریۂ وحدت الشہود کا پرچار کیا۔[۴]

حضرت اخوند درویزہ کی جامع تصانیف کی تمام تر تعلیمات کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں۔ آپ نے اپنی کتابوں میں تصوف کے کئی گمراہ اور نیکوکار فرقوں کا ذکر کیا ہے۔ نیز گمراہ فرقوں پر شدید تنقید کرتے ان کے مذموم عقائد کو باطل قرار دیا۔ اور عالمانہ دلائل سے انکار کیا۔ صوفیائے کرام اللہ تعالیٰ کو معبود اور مقصود قرار دیتے ہیں۔ اسی کا قرب حاصل کرنے میں تمام زندگی گزار دیتے ہیں۔ غیر اللہ سے انہیں کو

۱؎ دائرہ معارف علوم اسلامیہ ص ۲۱۲ ۲؎ نتائج الحرمین (قلمی) ورق ۲۱۹/۲۲۳ از محمد امین بدخشی ۳؎ تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۷ تا ۳۰ ۴؎ ایضاً ص ۱۴۵، ۱۴۶

وابستگی و دلبستگی نہیں ہوتی۔ گویا ان کی پوری زندگی حصولِ قرب اور حصول الٰہی میں بسر ہو جاتی ہے۔ اور اس اعلیٰ مقام کے حصول کے لیے وہ قرآن و سنت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان لغزشوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس کے برعکس جو صوفی قرآن و سنت سے ہٹ کر اور عقل کی نارسائی کی وجہ سے ایسا راستہ اختیار کر لیتے ہیں جو کہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت اخوند درویزہ نے اس دور میں جب کہ ہندوستان میں فلسفہ "ویدانتی" اور پنجاب میں "یونانی فلسفہ" "فلسفہ توحید" سے جدا کیا جا رہا تھا۔ تو عین اسی وقت شہر پشاور میں جو مضافہ کابل تھا۔ آپ نے بھی فلسفہ توحید کو یونانی اور ایرانی فلسفے سے اچھی طرح کھنگال کر شریعت حقہ کے مطابق اپنی تصانیف میں بیان فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"بدان اے فرزند کہ طلبِ حق در متابعت رسول اللہؐ است۔ بقولہ تعالیٰ " ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الخ "۔ پس ہر کہ بغیر متابعت رسول اللہ بسبب شیخ زادگی خود را پیر و پیشوا سازد او ضال و مضل است"۔[1]

ترجمہ۔ اے فرزند اس بات کو ذہن نشین کر لو۔ کہ حق کی طلب (کا راز) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرو۔ پس جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر محض شیخ زادہ یا سید زادہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو پیر یا پیشوا بناتا ہے وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

حضرت اخوند درویزہ کے ارشاد کی روشنی میں طلبِ حق بغیر حضورؐ کی متابعت کے حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے وہ اپنے تصوف کا مرکزی نکتہ اپنی تصانیف میں بار بار یہ بتلاتے ہیں کہ طلبِ حق کا راستہ وہی بتائے گا۔ جو قرآن و سنت کا عالم ہو۔ اگر شیخ عالمِ قرآن و سنت نہیں تو اس راستے میں وہ بھی گمراہ ہو گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ ان کے نزدیک طلبِ حق کے ارشاد کرنے والے یعنی پیر کامل میں چار شرائط کا ہونا انتہائی لازمی ہے اگر اس شیخ میں یہ چار شرائط موجود ہوں تو اسے اپنا رہبر تسلیم کریں اور اگر نہیں ہیں تو فرمایا:۔

"کہ بکسی دست نہ دہد تا ضال و مضل نہ گردد"[2]

ترجمہ۔ کسی کا سہارا نہ لے (بیعت نہ کرے) تاکہ خود گمراہ نہ ہو اور نہ دوسروں کو گمراہ کرے۔

حضرت اخوند درویزہ کے نزدیک پیر کامل کی پہلی شرط یہ ہونی چاہیئے کہ علم تفسیر و علم حدیث کا مکمل

---

[1] ارشاد الطالبین صہ ۲۹۳ [2] ایضاً صہ ۲۹۴

عبور رکھتا ہو۔ تاکہ کوئی بھی مسئلہ درپیش آئے تو اسے حل کرنے میں دقت نہ ہو۔ شرط سوئم کہ علم مناظرہ پر پوری طرح حاوی ہو۔ تاکہ اپنے اور مریدوں کے عقیدے کو بدمذہب لوگوں کے عقیدے سے امتیاز کر سکے۔ شرطِ چہارم یہ کہ نکاتِ تصوف روحانی کو خوب جانتا ہو۔ اس لئے کہ اکثر اوقات روحانی مدارج کے کشف پر جو مرید ہوں ان کی رہنمائی کر سکے۔ تاکہ وصول "بین الحق والعبد" کے مراتب کو اچھی طرح جان سکے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"بداں اے فرزند چوں پیر یابی بدیں اوصاف مذکور موصوف باشد۔ او را از چہار شروط کہ بین المشائخ متعارف است بپرس اگر ہمہ شروط را دارد۔ پس او کامل و مکمل است۔ و اگر یک شرط از یں شرطہا نداند۔ پیشوائی را نشاید"[1]

ترجمہ: اے فرزند اس بات کو ذہن نشین کر لو۔ کہ جب تم کو کوئی ایسا پیر ملے جس میں مذکورہ اوصاف موجود ہوں۔ تو ان چار شرطوں کے بارے میں دریافت کرو۔ جن سے مشائخ واقف ہیں۔ اگر وہ (پیر) ان چار شرطوں پر پورا اترتا ہو تو وہ پیر کامل ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک شرط کو پورا نہ کرتا ہو تو وہ پیشوا (مرشد بننے) کے لائق نہیں ہے۔

گویا حضرت اخوند درویزہ کے نزدیک توحیدِ الٰہی کا تصوف صرف اور صرف اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں مضمر ہے۔ اور یہی وہ خالص اسلامی تصوف ہے جس سے ایک شخص تاحیات قربِ الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ حضرت اخوند درویزہ علم توحید کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہلِ تصوف کے نزدیک توحید کی پانچ اقسام ہیں۔

۱۔ توحید ایمان ۔ ۲۔ توحید علم ۔ ۳۔ توحید تکلیفی ۔ ۴۔ توحید یقین ۔ ۵۔ توحید عزیزی ۔

۱۔ توحید ایمان ۔ ایک شخص جب بالغ ہو جاتا ہے تو تمام فرائض کو جاننے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانتا اور ایمان لاتا ہے اگر وہ پہچاننے کے ساتھ ایمان نہیں لاتا تو وہ مسلمان نہیں۔

۲۔ توحید علمی ۔ جو لوگ دینی علوم حاصل کرتے ہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ایمان نہیں رکھتے بلکہ اس کی طرف سے جو اس کا وعدہ ہے۔ بھلائیوں کی طرف انتہائی کوشش کرتے ہیں اور برائیوں سے بچتے ہیں وہ نہ تو کسی سے ڈرتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی سے امید رکھتے ہیں۔ بغیر اللہ کے اس توحید کے مالک توحید علمی رکھتے ہیں۔

۳۔ توحید تکلیفی ۔ اولیاء اللہ اس بشارت کے ساتھ کہ جو شخص قربِ الٰہی کے حصول کے لئے مجاہدات اور عبادات کو اپنے اوپر ضروری ٹھہرا لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربِ الٰہی کے راستے خود بخود اس

---

[1] ارشاد المریدین صہ ۷۰۔

پر کھل جاتے ہیں یعنی وہ اپنے نفس کو ان چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں محفوظ رکھتا ہے۔ اور وہ خطرات جو ماسوائے اللہ کے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر دنیاوی لذت اور تمام نفسانی خواہشات کو اپنے آپ سے دور رکھتا ہے۔ بلکہ وجود کی نفی بھی دور کر دیتا ہے۔ اس وقت الوہیت کی خبر پاتا ہے۔ تو یہ توحید تکلیفی ہے

۴۔ توحید یقینی:۔ اسے توحید ضروری بھی کہتے ہیں۔ اور یہ پیغمبروں کا خاصا ہے۔ ان کے ارواح کی خلقت سے لے کر وفات تک پیغمبری کی کوئی چیز معزول نہیں ہوتی۔ بلکہ پیدائش کے وقت بھی وہ رسوم کفر سے اعراض کرتے ہیں اور اس کی رضا پر راضی ہوتے ہیں۔

۵۔ توحید سرسری:۔ یہ توحید شیطان اور تمام کافروں کی ہے۔ اس توحید کو انہوں نے بوجہ دشواری کے قبول کیا۔ اگر تحقیقی طور پر انہوں نے خدا کو پہچانا ہوتا تو ہرگز سرکشی نہ کرتے۔ علاوہ ازیں ایک اہم امر پر حضرت اخوند رویزہ نے زور دیا ہے۔ وہ یہ کہ بغیر اذن شیخ معرفت توحید الٰہی کا راستہ حاصل ہونا ممکن نہیں اور اذن شیخ کے حصول سے قبل تین باتیں نہایت ضروری ہیں۔ وہ بیان فرماتے ہیں۔

اول علم حاصل کرنے کے بعد شیخ کامل کے بتائے ہوئے مجاہدات و ریاضات پر عمل پیرا ہو۔

دوم شیخ کامل کی صحبت اختیار کرے اور ساتھ اس کی خدمت کرے۔

سوم۔ انتہائی ریاضت اور سچا آوری خدمت شیخ کی بدولت اس پر اللہ تعالیٰ کی عنایت نازل ہو۔

اور وہ یہ ہے کہ مرشد اس کے احوال سے آگاہ ہو۔ اس سے خلاف شریعت کوئی لغزش بھی سرزد نہ ہو۔ اور شیخ ایسے مرید کو اپنے مقام قربت تک پہنچا دے۔ ان تین امور کے پورا کرنے کے بعد وہ شخص شیخ کامل سے اجازت کا اہل ہو سکتا ہے[1]

چنانچہ حضرت اخوند رویزہ اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا۔[2]

"اذن پیر کامل آن است کہ آن پیر اذن نیز از جائے آوردہ باشد۔ دست بدست تا زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: پیر کامل کا اجازہ یہ ہے (اس صورت میں صحیح ہے) کہ اس پیر کو بھی ایسے مقام سے اجازہ ملا ہو اس کا سلسلہ بیعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک جا پہنچتا ہو۔

گویا اخوند رویزہ کے نزدیک بغیر اس اجازت کے جو بیعت کے ذریعے دست بدست حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچتا ہو تو وہ توحید الٰہی کی معرفت کا راستہ نہیں پا سکتا۔

حضرت اخوند رویزہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ سید علی ترمذی المعروف پیر بابا سے سلسلہ ہائے

---

[1] ارشاد الطالبین ص ۲۷۶ - ۲۸۰ [2] ایضاً ص ۲۸۸

تصوف یعنی سلسلہ چشتیہ، سلسلہ سہروردیہ، سلسلہ کبرویہ۔ سلسلہ علاجیہ اور مفاخرہ شکاریہ میں اجازت حاصل کی تھی[1] اور ان تمام سلاسل میں سلوک کو مکمل کر کے اپنی کتاب "ارشاد الطالبین" میں سیر من اللہ، سیر الی اللہ، سیر فی اللہ اور سیر مع اللہ کے ضمن میں تفصیلاً بیان فرما دیا[2]

غرضیکہ حضرت اخوند رویزہ نے شریعت اسلامی کے تصوف کا یہ بلند مقام واضح کر کے توحید کی تعلیم کو مرتبہ کمال تک پہنچا دیا اور تصوف کے مسائل کو اس نہج پہ بیان فرمایا۔ جیسے ان سے پہلے صوفیائے محققین نے بیان کیا۔

رقص و سماع کے بارے میں آپ کی رائے آپ کے عہد میں شیخ کبیر بن شیخ قاسم غوری خیل۔ شاہ اسمٰعیل میر علی، ابو بکر اور آپ کے بہت بڑے مخالف بایزید انصاری جیسے بے شمار لوگ سماع کو پسند کرتے تھے۔ رقص و سرود کو جائز سمجھتے تھے[3] آپ نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے ان مذکورہ پیروں کے غلط دعووں کو کفر کہا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

" روش ایشاں آنکہ دف دفائے وغیرہ ذالک آلات ملاہی شنوند۔ وبداں رقص آرند۔ وآں را حلال دانند دعوی کنند کہ ایں چیز را اللہ تعالی بر ما نازل ائد از شریعت محمدی جائز داشتہ "[4]

ترجمہ۔ ان کی روش یہ تھی کہ وہ راگ وغیرہ سنتے تھے۔ رقص و سرود کرتے اور اس کو حلال سمجھتے اور دعوی کرتے کہ یہ کام اللہ تعالی نے شریعت محمدی کے علاوہ ہم پہ جائز قرار دیا ہے۔

آپ کے بعد حضرت میاں محمد عمر صاحب چمکنی (متوفی ۱۱۹۰ھ) نے بھی رقص و سرود کے خلاف جہاد باللسان کیا۔ اور اپنی تالیفات میں اس خرابی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جب اپنی اولاد کو رقص سکھانا چاہتے تو ان کو ایک جگہ جمع کرتے۔ پہلے خود رقص کا آغاز کرتے۔ اس کے بعد ان کے بچے ان کی تقلید کرتے[5]

بایزید انصاری نے سرود کو جائز قرار دیتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ

" سرود کا سننا خدا کے اشاروں میں سے ایک اشارہ ہے۔ کہ بیان کرنے سے وہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی شخص اس پہ قادر ہے کہ اس کے بیان کرنے کا راستہ نکال سکے[6]

حضرت اخوند رویزہ نے رقص و سرود کی بھرپور مخالفت کی اور لوگوں کو رقص و سرود سے بچنے کی تبلیغ کی۔ اور خود بھی اس کے سننے سے دور رہے اور عالم حقانی ہونے کا ثبوت پیش کیا +

---

[1] تذکرۃ الابرار و الاشرار صد ۱۳۷-۱۳۸ [2] ارشاد الطالبین صد ۳۴۹، ۳۵۵ [3] تذکرۃ الابرار و الاشرار صد ۱۸۲
۱۸۵ [4] ایضاً صد ۱۸۶ [5] المعالی صد ۲۴۰۔ از میاں محمد عمر چمکنی [6] خیر البیان صد ۲۷۱۔ از بایزید انصاری

مولانا عبدالقیوم حقانی

تبصرۂ کتب

اہنامہ الفاروق (اردو) | مدیر: مولانا عبیداللہ خالد ۔ صفحات: ٦٤ ۔ سالانہ چندہ ۔/٥٠ روپے
جامعہ فاروقیہ پوسٹ بکس نمبر ١١٠٠٩ ۔ شاہ فیصل کالونی ۴ کراچی ٢٥ ۔

جامعہ فاروقیہ کراچی اپنے دیگر تعلیمی، تدریسی، تربیتی، اصلاحی و تبلیغی شعبوں کی طرح شعبۂ نشر و اشاعت
ں بحمداللہ بہت قلیل مدت میں ایک معیاری اور مثالی مقام حاصل کرچکا ہے۔ گذشتہ سال الفاروق (عربی)
راء کے بعد اب ماہنامہ الفاروق (اردو) بھی باقاعدگی سے شائع ہونا شروع ہوگیا ہے اور اب تک چھ
ے منظر عام پر آچکے ہیں۔ مدیر الفاروق مولانا عبیداللہ خالد صحافت میں نو وارد ہیں۔ مگر مضامین کے انتخاب
، جدت، معیار اور تنوع کو ملحوظ رکھ کر جس انداز سے پرچہ مرتب کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے ایک تجربہ کار
اور قارئین کے مزاج، نفسیات اور طلب کی پرکھ رکھنے والے ایک منجھے ہوئے ایڈیٹر کی نظرِ انتخاب
ہ ہر لحاظ سے تیر بہدف ثابت ہو رہی ہے۔

الفاروق (اردو) کے مضامین آسان، سلیس، سادہ مگر بامحاورہ ہیں، علمی، اخلاقی، تعلیمی، ادبی،
یخی مضامین کے علاوہ اسلامی ممالک بلکہ دنیا بھر کے عبرت انگیز حالات اور واقعات پر مشتمل مقالہ جات
فاروق کو ماہناموں میں ایک منفرد مقام دیدیا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کی تحریر صدائے حق
ان سے رسالہ کی جان ہوتی ہے۔ الفاروق عامۃ المسلمین بالخصوص مطالعاتی اور علمی ذوق رکھنے والے
کیلئے ایک گرانقدر علمی و ادبی سوغات ہے۔ ادارۂ الحق، مدیر و سرپرست اور کارکنانِ الفاروق کو اس
اقدام پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

مکتوباتِ نبوی | تالیف: مولانا سعید محبوب رضوی ۔ صفحات ۔ ٣٢٠ قیمت درج نہیں۔
مولانا غلام مصطفیٰ ۔ خطیب جامع مسجد، سعدی پارک ۔ مزنگ ۔ لاہور۔

اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات کو اہم خصوصیت اور امتیازی مقام
ہے جو دنیا کے بڑے بڑے لوگوں، سربراہانِ مملکت اور اپنے وقت کے مطلق العنان حکمرانوں کے نام لکھے
حضورؐ کے ان خطوط میں اسلام کی دعوت و تبلیغ بھی ہے، اسلامی سیاست کے اصول بھی نبوت کا طرزِ خطاب
معاہدات بھی، نبوت کے ان مختصر مگر جامع تحریروں سے سیرت نبوی کا ایک اہم پہلو سامنے آجاتا ہے ۔۔۔

خدا جزائے خیر دے۔ مولانا سید محبوب رضوی کو جنہوں نے بڑے سلیقے سے ان جواہر پاروں کو ایک عمدہ تاریخی ترتیب
تشریحی حواشی، ضروری پس منظر قریبی نتائج، مسائل متعلقہ پر تحقیقی مباحث، ماخذ کے ضروری حوالے، اسماء کے تلفظ
مکتوب الیہم کے نام، ان کے ملک کے حالات اور تحریرات کے زمانۂ کتابت کے وقت کے ماحول کے خدوخال
کی نشاندھی کر کے مکتوبات نبویؐ کے نام سے یکجا جمع کر دیا ہے۔ کتاب کی ترتیب میں یہ مقصد بھی پیش نظر رکھا گیا
ہے۔ کہ اسلام کو کس نہج سے غیر مسلموں اور حق کے متلاشیوں کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ انداز تحریر گویا کتاب
کی روح ہے جس نے مکاتیب کے اس مجموعہ کو بے حد نافع بنا دیا ہے۔ حق کے متلاشیوں بالخصوص اہل اسلام
کا فرض ہے کہ وہ بین الاقوامی خلفشار کے اس پُرآشوب دور میں اس کا مطالعہ کریں اور اس شمع کی روشنی میں اپنے لئے
راہ عمل تلاش کریں۔

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اور ان کے رفقاء پوری ملت کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے
پاکستان میں بھی اس کتاب کو بہترین کتابت، مضبوط جلد بندی، اعلیٰ کاغذ پر عمدہ طباعت اور حسین و دیدہ زیب
سرورق کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اس کتاب سے کوئی لائبریری اور کوئی گھر خالی نہ رہنا چاہ

فقہی کشکول (پشتو) | تالیف: مولانا رشید احمد حقانی۔ صفحات: ۱۷۶ قیمت: ۷/- روپے

یہ کتاب مولانا رشید احمد حقانی جو دارالعلوم حقانیہ کے مفتی اعظم مولانا محمد فرید صاحب کے فرزند اور دارالعلوم کے فا
و مدرس ہیں کے سلسلۂ تصنیف کا نقش ثانی ہے جس میں موصوف نے پشتو زبان قدیم و جدید، زمانۂ حال کی ضرو
نئے تقاضوں اور حالات حاضرہ سے متعلق اہم مسائل سے متعلق مختصر مگر جامع تحریروں کو حسن ترتیب سے جمع کرد
جو دارالعلوم حقانیہ کے فتاویٰ اور دیگر مستند کتب فقہ میں بکھرے پڑے تھے۔

چند ایک عنوان یہ ہیں: بنکوں میں جمع رقوم سے زکوٰۃ کی کٹوتی، تقلید، جہاد افغانستان، انعامی بانڈ
عشر کے مسائل، نکاح کے مسائل، ہیروئن اور غیر مسلموں پر اسکی فروخت، بلاسود بنکاری وغیرہ۔ یہ کتا
علاقائی پشتو میں ہونے کی وجہ سے صوبہ سرحد و بلوچستان اور افغان مہاجرین کیلئے بے حد نافع، مفید اور گھر
مفتی کا کام دیتی ہے۔ اگر موصوف اسے اردو میں منتقل کر دیں تو افادۂ عام ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ لوگ استفا
کر سکیں گے۔ کتاب منگوانے کا پتہ: مولانا رشید احمد حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

اداره

دار العلوم حقانیہ کے شب و روز

شیخ الحدیث مدظلہ کی مصروفیات | جمعیۃ علماء اسلام کے مشائخ واکابر کے اصرار پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ لاہور کی شریعت کانفرنس منعقدہ موچی دروازہ لاہور میں تشریف لے گئے ۔ اہالیانِ لاہور نے اسے عظیم احسان قرار دیا ۔ مخلصین ومحبین دار العلوم کے فضلاء اور عقیدتمندوں نے آپ کی علالت ، ضعف و پیران سالی کے باوجود اپنے ہاں تشریف آوری پر بڑے اہتمام سے کانفرنس میں شرکت کے پروگرام بنائے ۔ اس سفر میں مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا انوار الحق صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے ۔ کانفرنس سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور مولانا سمیع الحق نے خطاب بھی فرمایا ۔

— اسی طرح قومی اسمبلی کے اجلاس میں بھی شریک ہوتے رہے ۔ نفاذِ اسلام کیلئے آئینی اور قانونی جنگ میں امراض وعوارض کے باوجود برابر کا حصہ لیا خدا کرے کہ پیرانہ سالی اور ضعف وعلالت کی اس حالت میں آپ کے مساعی بارآور ہوں ۔

— گذشتہ دنوں مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کے شدید اصرار و مطالبے پر ان کے برخوردار راشد الحسینی فاضل دار العلوم حقانیہ کی تقریب دستار بندی میں شرکت فرمائی ۔

— مدیر الحق مولانا سمیع الحق سینٹ کے اجلاس میں غلبۂ حق اور شریعت بل کے منظور کرانے کے سلسلہ میں باقاعدہ طور پر شریک ہوتے رہے ۔

— گذشتہ دنوں اکابرین وفاق کے اصرار پر ملتان میں منعقد ہونے والے وفاق کے مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی اور وفاق کی دستوری اصلاح و مباحث میں حصہ لیا ۔

— ۷ مارچ ۱۹۸۶ء کو جمعیۃ علماء اسلام کے زیرِ اہتمام نشتر پارک کراچی کی عظیم الشان تاریخی کانفرنس حضرت شیخ الحدیث مدظلہ بوجہ علالت کے شریک نہ ہو سکے ۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے ان کی نیابت کی ، ان کا پیغام سنایا اور اجلاس سے خطاب بھی کیا ۔

وفیات اور تعزیت | حضرت مولانا عبد الحنان صاحب آف تاجک (کیمبلپور) مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے ۔ مرحوم جید عالم ، متقی پرہیزگار اور سنت رسول ﷺ کے سچے عاشق تھے ۔ ساری عمر درس و تدریس ، تبلیغ و

اشاعتِ دین اور ذکرِ الٰہی میں گذری۔ آخر عمر میں ساری کشتیاں جلاکر مدینہ منورہ میں موت کی تمنا لیکر گنبدِ خضرا
مکین ؐ کے قدموں میں جا پڑے، اللہ نے ان کی سن لی۔ اور وہیں وصالِ ابدی سے نوازا، مرحوم کو حضرت شیخ
مدظلہٗ سے بے حد محبت تھی، مکاتبت کا سلسلہ تا وفات جاری رہا۔ شیخ الحدیث مدظلہٗ نے ان کے گاؤں
پسماندگان سے تعزیت کی اور دار العلوم میں مرحوم کیلئے ایصالِ ثواب اور مغفرت کی دعائیں کی گئیں۔

● مولانا عبدالواحد خوشنویس جو ماہنامہ الحق کے کاتب اور مخلص خادم ہیں، کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے
گذشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔ مرحومہ نیکوکار اور تہجد گذار خاتون تھیں، حضرت لاہوریؒ سے بیعت کا تعلق
کے بتائے ہوئے اسباق پہ آخر عمر تک کاربند رہیں، مولانا عبدالواحد صاحب نے بھی ان کی رفاقت و خدمت
حق ادا کر دیا، قارئین سے مرحومہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ باری تعالیٰ کروٹ کروٹ انہیں اپنی مغفرت

نوشہرہ شیٹ گلاس انڈسٹریز کا شاہکار
نیشنل پولیس فاؤنڈیشن کا منصوبہ
پاک چین تعاون کا مظہر
شیشہ سازی کی صنعت میں روشن نام
صاف ۔ شفاف ۔ پختہ اور مضبوط شیٹ گلاس
ارزاں قیمت پر دستیاب
NATIONAL
POLICE
FOUNDATION
نوشہرہ شیٹ گلاس انڈسٹریز
جی ٹی روڈ
آدم زئی
نوشہرہ

ہم حکومت، حصے داروں، سمندری راستے سے درآمد و برآمد کرنے والوں، تاجر طبقے
اور خاص طور سے عام لوگوں کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ ان کی حوصلہ افزائی، معاملہ فہمی
اور حمایت ہمیں حاصل رہی۔ اسی کی بنیاد پر یہ قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ
عالمی جہاز رانی کے کاروبار میں ایسی مسلسل مندی کا
کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

PID · Islamabad

PARAGON

بہار، رنگارنگ پھولوں، شاداب چہروں اور بیدار آنکھوں کا موسم
پھر بھی کچھ چہرے بے آب اور کچھ آنکھیں بے رونق کیوں؟

موسم بہار میں چہار سُو نئی کونپلیں اور تازہ پھول کھل اٹھتے ہیں اور روئے زمین پر زندگی انگڑائی لے کر جاگ اٹھتی ہے۔

اس موسم بیدار میں صحت بخش خون چہروں پر حُسن بن کر جھلک اٹھتا ہے اور آنکھوں میں ایک نئی چمک پیدا کر دیتا ہے۔

لیکن اگر خون میں فاسد مادے سرایت کر جائیں تو پھوڑے پھنسیوں، مہاسوں اور کئی دوسری جلدی بیماریوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس سے چہرے بے آب اور آنکھیں بے شباب نظر آتی ہیں۔

بہار کے موسم میں صافی کا باقاعدہ استعمال فاسد مادوں کو خارج کر کے خون کو صاف اور صحت بخش رکھتا ہے اور یہی صاف خون چہروں پر حُسن بن کر جھلک اٹھتا ہے۔

Adarts

HSF 1/84

مطبوعات مؤتمر المصنفین

دعوات حق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین و شریعت

اخلاق و معاشرت، علم و عمل، عروج و زوال، نبوت و رسالت، شریعت و طریقت، ہر پہلو پر جامع کتاب۔ صفحات ۵۷۵، بہترین ڈائی دار جلد، قیمت [illegible] روپے ـــــ جلد دوم [illegible] روپے

قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے دینی و ملی مسائل پر

قراردادیں، مباحث، تقاریر اور قراردادوں پر ارکان کا رد عمل، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مدلل او مستند داستان، ایک سیاسی و آئینی دستاویز، ایک اعمال نامہ جس سے وکلاء سیاستدان، علماء اور سیاسی جماعتیں [illegible]۔ صفحات ۲۷۰، قیمت پندرہ روپے۔

عبادات و عبدیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اسکے آداب، عبادات کی حکمتیں، اعمال صالحہ کی برکات، اللہ کی عظمت و محبوبیت اور دیگر موضوعات پر جامع کتاب۔ صفحات ۸۸، قیمت ۳/- روپے

مسئلہ خلافت و شہادت

مسئلہ خلافت و شہادت حسین، تعدیل صحابہ وغیرہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مبسوط تقریر، مولانا سمیع الحق کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ۔ صفحات ۱۰۴، قیمت ۳/- روپے۔

اسلام اور عصر حاضر

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق

عصر حاضر کے تمدنی، معاشی، اخلاقی، سیاسی، آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا موقف، عصر حاضر کے علمی و دینی فتنوں اور فرق باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ۔ پیش لفظ از مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، صفحات ۴۸۰، جلد سنہری ڈائی دار، قیمت [illegible]

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق

تعمیر اخلاق، اصلاح معاشرہ، تطہیر نفس میں قرآن حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرز عمل، عبادات کا اخلاقی پہلو۔ قیمت ۳/- روپے۔

الحاوی علی مشکلات الطحاوی

شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوری، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوری اور مظاہر العلوم کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور و فکر کا نتیجہ، طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل۔ قیمت بارہ روپے

ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری (عربی)

از قلم حضرۃ مولانا محمد فرید صاحب، مدرس و مفتی دارالعلوم حقانیہ۔

بخاری شریف کی قدیم مبسوط شرح اور امالی اکابر سے زیر بحث مسئلہ پر مباحث کا خلاصہ، مختصر اور جامع شرح، جلد اول صحیح بخاری کی کتاب العلم پر مشتمل ہے۔

برکۃ المغازی (عربی)

از مولانا محمد حسن جان صاحب استاذ دارالعلوم حقانیہ۔ بخاری شریف کی کتاب الجہاد و المغازی اور حدیث وصیۃ زبیرؓ کے متعلق تحقیقی مباحث۔ قیمت چار روپے

پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں (اللہ تعالیٰ کی)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی غیر مطبوعہ مبسوط تقریر۔ انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے۔ مرتبہ مولانا سمیع الحق۔ قیمت ایک روپیہ۔

ارشادات حکیم الاسلام

از علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی، مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

دارالعلوم حقانیہ میں معجزات انبیاء، دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی حکیمانہ اور عارفانہ تقریریں۔ قیمت ۵۰/۱ روپیہ۔

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ پاکستان